رسالہ

مولود مصطفوی

مولفہ

مولینا مولوی سید آل حسن مرحوم رضوی موہانی

حسب فرمایش

جناب مولانا مولوی سید محمد حیات الحسن صاحب رضوی موہانی

نبیرہ مولف عہدہ دار سرکار نظام

سید فضل الحسن حسرت موہانی بی اے اڈیٹر اردوی معلی
نے اپنے

اردو پریس واقع علی گڑھ میں چھاپا
اور شایع کیا

قیمت فیجلد { صرف
مع محصولڈاک { ۴ر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

امروز شاہِ شاہاں مہماں شد است مارا
جبریل باملائك دربان شد است مارا
درمجلسِ گدایاں مرسل کجا بگنجد
بے برگ و بے نوائی ساماں شد است مارا

((حمدِ باری تعالیٰ))

"اللھُمَّ انت الاولُ فلَا شَیْئ قَبْلَكَ" یا خدایا تُو پہلا ہے تجھ سے پہلے کچھ نہیں "انت الظاھرُ فَلا شیئ فَوْقَكَ" تُو باہر ہے تجھ سے اوپر کچھ نہیں "انت الباطنُ فَلا شیئ دونَكَ" تُو بہتر ہے تجھ سے ورے کچھ نہیں "انتَ الاحَدُ الصَّمَدُ" تُو یکتا بے نیاز ہے "لَیْسَ کَمِثْلِكَ شَیْئ لا رَیْبَ فِیْهِ" بے شک تیرا کوئی کسی مرتبہ میں ثانی نہیں ہے۔ "اشھد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ واشھد انَّ محمدا عبدہ و رسولہ" کہاں تک تعریف کروں میں اپنے رب کریم کی، اس کی تعریف میں سرورِ دو جہاں لا احصی اعتراف فرماتے تھے اور کس زبان سے اس کا نام لوں اس کے نام پر موسیٰ عمران اور عیسیٰ مریم اور محمد رسول اللہ صلی اللّٰہ علیه وسلم جان دیتے تھے، وہ ایک دم ہم کو اپنی نگاہ سے اوجھل نہیں ہونے دیتا اور ایک لحظہ جدا ہونے کا نہیں روادار ہوتا۔

دوست در گوش دلم گفت کہ اے غافل مست
من ترا می طلبم پس تو کرا می طلبی

مژدہ ''اِذَا سَئَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ'' سے دردمندوں کی تسکین فرماتا ہے یعنی ''جو پوچھیں تجھ سے میرے بندے مجھ کو تو میں ملا ہوا ہوں، جدا نہیں ہوں'' اور پیغام تسلی بخش ''اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ'' سے بے درمان کو اطمینان دیتا ہے یعنی ''اللہ اپنے بندے کے لیے بس ہے باقی ہوس، اور بشارتِ روح افزا ہے ''نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ'' ((پارہ:۲۶، سورہ ق، آیت:16)) سے ہردم زندگی تازہ عنایت فرماتا ہے یعنی ''رگِ جاں جتنی تم سے ملی ہوئی ہے، اس سے زیادہ ہم اس سے ملے ہوئے ہیں''۔

مثنوی

اے کہ صبرت نیست از فرزند وزن
صبر چوں داری زرب ذوالمنن
اے کہ صبرت نیست از دنیائے دوں
صبر چوں داری زنعم الماھدون

((سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا ہوا پھر اس نور سے تمام کائنات پیدا فرمائی))

باکمال اسما اور صفات کا متعین ہوگیا اور وہ سرِّ مکنون بامتثال کن فیکون مانند ارجمند ستون جلبابِ عظمت تک بلند ہوا اور نہایت ادب سے اُس نے جبینِ ارادت زمینِ محبت پر رکھ کر سجدہ کیا اور الحمد لِلّٰہ کہا، حق تعالی نے فرمایا: اسی واسطے میں نے تجھ کو پیدا کیا اور تیرا نام محمد رکھا، آغازِ آفرینش تجھی سے ہے اور انتہائے نبوت بھی تجھی پر، پھر اسی نور سے لوح وقلم اور عرش وکرسی اور زمان ومکان اور جملہ مصداقاتِ کُن فکاں ظاہر ہوئے۔

ایکہ امکاں از وجوب و احدیت تا احد
صورت تمثالی از آئینہ زانوے اوست

رونق ایں هفت محفل از چراغش پر توے
جوشِ ایں نہ بحر اخضر رشحۂ از موے اوست
از سوادِ ملك هستی تا شبستانِ وجود
هر کجا مژگاں کشائی سایہ گیسوے اوست
هرچہ آید در خیال و آنچہ بالد در نظر
یك قلم جوشِ بهارستان رنگ و بوئے اوست
خواہ مشرق در شمار و خواہ مغرب کن قیاس
هر طرف روئے نیاز آوردہ باشی روئے اوست
کثرتے کز وحدتش خارج شماری باطل است
چار سو و شش جهت هنگامہ گیسوے اوست
آستانِ اوسراغ هرچہ خواهی می دهد
هر دوعالم در کنارش محوجست وجوئے اوست

((امتِ محمدیہ کی فضیلت کا بیان))

الغرض! پھر حکم ہوا قلم کو "اکتب یا قلم" لکھ اے قلم۔ اس نے عرض کیا "ما اکتب یا ربی" کیا لکھوں اے پروردگار۔ فرمایا "اکتب توحیدی" لکھ میری توحید لا الہ الا اللّٰہ یعنی "نہیں کوئی سوا خدا کے جو بے نیاز ہو ما سوا سے" پھر حکم ہوا "اکتب کل شیئ" لکھ ہر چیز۔ قلم نے عرض کیا "کیف اکتب" کس کیفیت سے لکھوں؟ فرمایا: لکھ پہلے روز نامچہ سب امتوں کا اس طرح سے "امة آدم من اطاع اللّٰہ ادخلهُ الجنة و من عصی اللّٰہ ادخلهُ النّار" یعنی "امت آدم کی جس نے اطاعت کی اللہ کی اس نے اس کو بہشت میں داخل کیا اور جس نے کہا نہ مانا اس کو اس نے اس کو دوزخ میں ڈالا"۔ اسی طرح اسی منشی دیوانِ قضا و قدر نے آدم اور نوح اور ابراہیم کی امت سے لے کر موسیٰ اور عیسیٰ کی امت تک

لکھا، بعداس کے اُس نے لکھا ''امة محمد من اطاع اللّٰه ادخله الجنة'' امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جس نے فرمانبرداری کی خدا کی، اس کو اس نے بہشت میں داخل کیا۔ ''ومن عصی اللّٰه'' اور جس نے نافرمانی کی، چاہا قلم نے لکھوں ''ادخله النار'' کہ ''داخل کیا اس کو خدا نے دوزخ میں'' ناگاہ مملکت رحمتِ سرمدیہ اور منبع رافتِ صمدیہ سے آواز آئی ''تادّبْ یا قلم تادّبْ یا قلم'' ۔ ''ادب کرا ے قلم، ادب کرا ے قلم'' یعنی یہ وہ نام آیا جس کے نام لینے سے آتشیں طوفان دوزخ کا سرد، اور جس کا نام لینے والوں کی وجاہت سے موکلانِ جہنم کا رنگ زرد ہوتا ہے، جس کی محبت میں جان دینے والوں سے پل صراط پر گذرنے میں دوزخ کہتی ہے جلد گزرو، تمہارے نور سے میری آگ ٹھنڈی ہوئی جاتی ہے اور جس کی امت کے گنہگاروں سے داروغۂ جہنم کو قیامت کے دن تیور بدلتے شرم آتی ہے۔ بالجملہ یہ خطاب پُرعتاب سنتے ہی سینہ قلم کا شق ہو گیا اور ہزار برس سطوت جلالِ الٰہی سے کانپتا رہا، پھر اس پر دستِ قدرت سے تسکین کا خط لگا ((یعنی قلم کی نوک کاٹی گئی)) اور حکم ہوا لکھ ''امة مذنبة ورب غفور'' امت گناہ گار ہے اور پروردگار رحیم وغفار۔

چشم کشا نور محمد ببیں
قاعدۂ دولت سرمد ببیں
ہر دو جہاں پرتو نور ویست
کون ومکاں بہر ظہور وِیست
نور نبی لمعۂ نورِ خدا است
لمعۂ ہر نور ازو کے جدا ست
یا رب صل وسلم دائما ابدا
علی نبیك خیر الخلق کلهم

وہ نورِ کرامت ظہور ایک مدت بے حد تک مشغول تسبیح وتہلیل خداوندی ہو کر مطلع انوارِ

قُدسیہ سے مثل کوکب درّی معلق درخشاں رہا، پھر اس کے لیے محل ومورد مطلوب ہوا، سو بعد ترکیب اور ترتیب کالبد حضرت آدم کے بفحوائے ''اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ'' ممالکِ ملکوت میں ندا ہوئی کہ جو کوئی قابلیت قبولیت کی رکھتا ہو، اس نور گرانمایہ کی خریداری کرے ؎

گوھرے بر سر بازار ظھور آوردند
تا خریدار وے از کون و مکان بر خیزد

ابوالبرکات مبع الرم مخلوقات حضرت آدم علیٰ نبیّنا وعلیه الصلوٰة والسلام نے زبانِ استعداد سے عرض کیا ؎

بنشیں بر دل ویرانہ ام اے گنج مراد
کہ من ایں خانہ بسودائے تو ویراں کردم

پس بمصداق ''وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ'' وہ ودیعتِ عظمٰی اور نعمتِ کبریٰ جسمِ خاکی انسان کو عنایت ہوئی اور نورِ محمدی حضرت آدم کی پیشانی میں جلوہ افروز ہوا اور تمام ملائکہ زمین و آسمان نے آدم کو سجدہ کیا۔ ''طبرانی'' اور ''ابونعیم'' اور ''ابنِ عساکر'' نے صحابہ کرام سے روایت کی ہے۔ کہ ''جس وقت حضرت آدم نَعِیم جنت سے باہر ہو کر زمین پر آئے، یعنی جب کہ بمقتضائے داعیۂ محبت اور باعثۂ دردمُوَدَّت ((محبت)) جس کے واسطے حضرت آدم پیدا ہوئے تھے، ایوانِ جواہر نگار بہشت اور باغ و انہار خلدِ بریں میں سبق عشق و محبت کی تکرار نہ کر سکے، اور کتابِ سوز و درد کا درس وہاں نہ دے سکے، لاچار انہیں حور و قصور کا چھوڑنا اور ویرانۂ محنت اور غم کدۂ مشقتِ دنیا کا اختیار کرنا ضرور ہوا تو وہ نہایت متوحش اور بغایت سراسیمہ تھے، حضرت جبرئیل نے آ کر باذنِ ربِ جلیل اذانِ محمدی کہی، جس وقت آدم نے کلمۂ ''اشهد ان محمّدا رسول اللّٰه'' سُنا، ان کی وحشت مبدل بطمانیت ہوئی اور اضطراب و قلق سب جاتا رہا، اور آرام و چین ان کو حاصل ہوا اور کیوں نہ حاصل ہوتا، حضرت سرورِ کائنات ہمہ تن جلوۂ جمالِ الٰہی اور سراپا صورتِ رحمتِ کاملۂ خداوندی تھے اور دستور ہے

کہ بلا کشیدۂ سطوتِ جلال کو تجلیِ جمال سے آرام وچین ملتا ہے، اور ہر کندہ لباس دشتِ جلال کو نگہت پیراہنِ جمال سے تسلی ہوتی ہے، تفتۂ جگر وادی فراق کو شاہد جاں بخش وصال کے نام سے تسکین آتی ہے۔ کشتۂ آفتِ ہجر کس طرح دلدادہ نام حضرت وصل نہ ہو اور فرقت کشیدۂ خستہ جگر کیونکر جانانۂ وصلت بخش کے نام سے خوش نہ ہو۔

((حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے مقبول ہوئی))

حضرت ''طبرانی'' اور ''حاکم'' اور ''ابو نُعیم'' اور ''بیہقی'' نے علی مرتضٰی اور عمر ابن خطاب سے روایت کی ہے کہ آدم کی توبہ توبتوسلِ اسم شریف حضرت خاتم النّبیین کے قبول ہوئی۔ الغرض! وہ نور سراپا سرور کہ جاگزینِ پیشانیِ آدم تھا، آدم سے شیث کو اور شیث سے بہ چند واسطہ نوح کو اور اسی طرح درجہ بدرجہ منتقل ہو کر ابراہیم تک اور ابراہیم سے اسمٰعیل تک پہنچا اور ان سے خاندانِ قریش تک اور پھر بنی ہاشم کو ملا۔

مثنوی

منتقل ہونے لگا نورِ گزیں
جبہہ در جبہہ اور جبیں اندر جبیں

برج برج آتا تھا یوں مہر فلک
تا کہ پہنچا جبہۂ عدنان تک

ہو گیا جوں عدن رو عدنان کا
نور چمکا مصدرِ احسان کا

واں سے آیا پھر جبینِ معد میں
ساعتِ محمود و وقتِ سعد میں

پھر ہوا اس نور سے روے نزار
تازہ و تر چوں گُلِ فصلِ بہار

پھر منور ہو گیا روے مُضَر
نورِ احمد سے کہ ہے خیرالبشر

بعد ازاں الیاس نے پایا وہ نور
جس کے پَرتَو سے ہے روشن روے حور

مُدرکہ پھر مدرکہ کا نور یاب
ہو گیا نورِ محمد سے شِتاب

مدرکہ سے پھر خُزیمہ نور گیر
پھر خزیمہ سے کِنانہ مُستَنِیر

نضر میں آیا وہ نورِ مصطفےٰ
نضر سے مالک ہوا پھر مجتبیٰ

پھر کیا اس نور نے رُو سوے فہر
نور افزاے جمالِ ماہ و مہر

فہر سے غالب میں آیا نورِ پاک
پھر ہوا روے لوی بس تاب ناک

پھر چلا وہ نور از روے لوی
کعب مرہ تا کلاب و تا قصی

پھر ہوا اس نور سے عبدمناف
روشن و تابندہ مثل نورِ صاف

پھر ہوا اس نور سے ہاشم منیر
اس سے عبدالمطلب پھر نور گیر

روے عبدالمطلب سے پھر وہ نور
آیا عبداللہ میں باصد ظہور

یـــا رب صـــل وســلــم دائــمـــا ابـــدا
عـــلــے نبيك خيـــر الــخــلــق كــلــهــم

((حضرت عبدالمطلب کے خواب میں انبیاء تشریف لائے))

شیخ ابوالفرح ابن جوزی رحمۃ اللّٰہ علیہ لکھتے ہیں کہ عبدالمطلب حضرت کے جدِ امجد نے قبل پیدا ہونے عبداللہ کے خواب دیکھا کہ ان کی پشت سے ایک زنجیر نورانی نکلی، اس کے چار سرے ہیں ایک سرا اس کا آسمان کی طرف بلند ہو کر چلا اور دوسرا زمین کی طرف اور ایک جانبِ مشرق اور ایک جانبِ مغرب وہ زنجیر ایسی چمکتی تھی کہ نگاہ اس پر نہیں پڑتی تھی، پھر یکایک اس زنجیر کا ایک درخت ہو گیا کہ سب قسم کے میوے اس میں لگے ہیں، اس درخت کے نیچے دو شخص باہیبت وجلال کشیدہ قامت صاحبِ وجاہت کھڑے ہیں۔ عبدالمطلب نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ ایک ان میں سے بولا کہ میں نوح نبی اللہ ہوں اور دوسرے نے فرمایا: کہ میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ ہم آئے ہیں کہ اس درخت کے سایہ میں جو تیری پشت سے نکلا ہے، آرام لیں۔ پس عبدالمطلب چونک پڑے اور کاہنوں کے پاس جا کر اپنی خواب کی تعبیر پوچھی، کاہنوں نے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو تمہاری پشت سے ایک شخص پیدا ہو گا کہ اہلِ مشرق اور مغرب کو دینِ خدا کی دعوت کرے گا اور باعث رحمت ایک قوم اور موجب خرابی دوسری قوم کا ہو گا۔

((یہودیوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے غیبی مدد بھیج کر مدد فرمائی اور یہودیوں کو ہلاک فرمایا))

بعد اس کے جب عبداللہ پیدا ہوئے عبدالمطلب نے گمان کیا کہ یہ وہی شخص ہے، لیکن جو پوتا بیٹے کا حکم رکھتا ہے، اس خواب کا ظہور پشتِ عبداللہ سے ہوا اور حضرت عبداللہ کی

شادی حضرت آمنہ بنت وہب سے ہوئی، بدیں تقریب کہ منجملہ یہودیاں شام ستر آدمیوں نے بسبب دریافت کرنے اس بات کے اپنی کتابوں کی رو سے کہ وہ شخص جس سے ہماری ذلت اور خواری پھر تازہ اور بہت زیادہ ہونے والی ہے اور ہمارا دین اس کی جہت سے بالکل باطل ٹھہرے گا، عبداللہ ابن عبدالمطلب کے صُلب ((اولاد)) سے پیدا ہونے والا ہے، ظلمت، حسد اور تیرگی عداوت سے بآمادگی قتل عبداللہ نواحِ مکہ میں آئے، ناگاہ ایک دن حضرت عبداللہ کو اکیلا پا کر چاہا کہ مار ڈالیں، غیب سے کچھ لوگ نمودار ہوئے انہوں نے ان یہودیوں کو نیست و نابود کیا اور حضرت عبداللہ صحیح سلامت اپنے گھر میں آئے اور یہ سب ماجرا حضرت آمنہ کے باپ وہب ابن مناف نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، پس عظمت و جلالت حضرت عبداللہ کی اُن کے دل میں بہت زیادہ سما گئی اور گھر میں آکر اپنی زوجہ کو عبدالمطلب کے پاس حضرت عبداللہ کی شادی کے واسطے اپنی بیٹی کے ساتھ پیغام لے کر بھیجا عبدالمطلب راضی ہوئے اور حضرت عبداللہ کی شادی وہب ابن مناف کی بیٹی حضرت آمنہ کے ساتھ کردی اور نورِ محمدی عبداللہ سے منتقل ہو کر بطرف حضرت آمنہ ہوا۔

آیا جب برجِ حمل میں آفتاب — میکدے وے(۱) کے ہوئے یکسر خراب
باغِ عالم تھا خزاں سے خشک و زرد — ہو گیا سبزہ کھلے نَسرِین و وَرد
کٹ گیا پیرِ مُغاں وے(۲) کا سر — گلبند ازوی آمد در ہنر
کوہ و صحرا ہو گئے فیروزہ رنگ — گُل کھلے سبزے کے سر پر شوخ و شنگ
ہو گئے آراستہ ساتوں محل — مہ عطارد زھرہ حور سے تازحل
ہاتھ میں زہرہ کے قانونِ طَرَب — بین جوزا میں نہاں سازِ عرب
نارِ دوزخ ہو گئی سب سرد برد — بھر گئی ابلیس کے آنکھوں میں گرد

---

(۱)(۲) وے لفظ ''وہ'' کی جمع ہے اب اس کا استعمال متروک ہے اردو میں ''وہ'' واحد و جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (مستفاد از از فیروز الغات صفحہ ۱۴۸۴ مطبوعہ فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور۔ ۲۰۰۵ء (میثم قادری)

ہو گئیں آراستہ آٹھوں بہشت نور سے ہر ایک کی ان میں شرست
ہو چکے آراستہ دونوں جہاں ناگہاں نورِ رسول انس و جاں
نقل کر کے صُلبِ عبداللہ سے آرہا میں بطن میں خاتون کے
لے اُٹھایا آمنہ خاتون نے بار نام پر جس کے ہیں دو عالم نثار

ملائکۂ آسمان نے غلغلہ شادمانی کا زمین تک پہنچایا اور ملائکۂ زمین نے طنطنہ کامرانی کا آسمان کو سنایا، مبارک بادی دی فرشتوں نے فرشتوں کو اور خوشخبری سنائی طیور و وحوش نے ہم دیگر ایک نے دوسرے کو، عالمِ قدس انوار سے معمور ہو گیا، ابلیس کا تختِ حکومت اُلٹ گیا اور وہ پہاڑوں میں چالیس شبانہ روز روتا رہا اور چڑھنا شیطانوں کا آسماں کی طرف موقوف ہو گیا اور شہابِ ثاقب سے رجم شیاطین ہونے لگا۔

((حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا اپنے حمل شریف کے متعلق بیان))

صاحبِ مواہب ''اسحاق محدث'' سے نقل کرتے ہیں کہ خود حضرت آمنہ سے روایت ہے کہ ''حمل سے چھ مہینے کے بعد میں نے بین النوم و الیقظہ ایک شخص کو دیکھا کہ مجھ سے پوچھتا ہے کہ تیرے پیٹ میں کون ہے؟ میں نے کہا میں نہیں جانتی، اس نے کہا کہ سرورِ دو جہاں نبی آخر الزماں ہے''۔ اور حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ ''میں نے مدتِ حمل میں کسی طرح کی تکلیف نہیں اٹھائی اور گراں باری حمل کی مجھے معلوم نہیں ہوئی''۔ اور مشہور ہے کہ ''آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حمل ہی میں تھے کہ ان کے پدرِ بزرگوار عبداللہ ابن عبدالمطلب نے انتقال فرمایا مگر محققین لکھتے ہیں کہ آنحضرت دو مہینے کے ہو چکے، تب ان کے والد نے انتقال کیا''۔

یا رب صلِ وسلم دائما ابدا
علی نبیك خیر الخلق کلهم

صبحدم تاخسرو افلاک یعنی آفتاب
بر کشیداز عارضِ گلگون خود بند نقاب
از زمیں تا آسماں رشکِ تجلی زارشد
خاک گردید از صفا ہمرنگِ فرشِ ماہتاب
بسکہ شبنم از فروغ لالہ مشعل برفروخت
سبزہ ہمرنگ زمرد شد زفرط آب و تاب
ہیچ میدانی کہ ایں صبح صفا باشد چہ صبح
کز صفا تش چہرۂ خورشید می ریزد گلاب
صبح میلاد پیمبر ہست ایں کز جلوہ اش
غیرت آئینہ میگردد دل ہر شیخ و شاب

کرسی نشینانِ عرش بریں جامۂ اطلس اور کمر گوہریں سے آراستہ ہو کر صف بصف سلامی درود کے واسطے پائے تعظیم سے کھڑے ہوئے اور نیرِ اعظم باطبل و ناوے شعاعی اور نیرِ اصغر باجلاجل زرّیں بصد خوشنمائی ناہید اور شعرائے یمانی باصد ہزار نوید کامرانی بامعجز زرتار اور زنگلہ زریں سرگرم رقص وسرودِ شادکامی اور کروبیان حظیرۂ قدس اور مقربانِ ہمایوں بارگاہ حضرت اُنس بصد دل و جاں آمادۂ وجد وسماع جاودانی ہوئے اور زیر بم غلغلہ کائنات کا نسبتِ تالیفی الفت سے معمور ہو کر نغمہ انگیز طرب اور زمزمہ خیر خرمی ہوا، بارہویں تاریخ ربیع الاول کو دوشنبہ کے دن صبح کے وقت آفتاب عالم تاب نظامِ ملکوتی اور کوکبِ دری افقستان ممالکِ جبروتی نیّرِ اعظم شیدشتانِ ملک لاہوتی مطلع قدم سے ساحت حدوث پر رونق افروز عالمِ ناسوتی ہوا۔ یعنی سیدِ کونین رسول الثقلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وسلم نے ہزاروں جاہ وجلال سے دولت سرائے اقبال میں ظہورِ اجلال فرمایا ؂

ندا از حاملانِ عرش آمد
کہ بر خیز از پئے تعظیم احمد

دریں مقام برخاستن رسم اهل حرمین است

وُلد الحبیب و مثلہ لایولد
ولد الحبیب و خدہ یتوردٗ
ولد الحبیب مکحلا و مطیب
والنور من وجناتہ یتوقد
ھذا امام المرسلین حقیقۃ
ھذا ختام الانبیاء وسید
ان کان یوسف قد افاق جمالہ
واللّٰہ ذالمحبوب منہ از یدہ
لوکان ابراھیم اعطی رشدہ
باللّٰہ و المولود منہ ارشد
ھذا الذی خلعت علیہ ملابس
ونفایس فنظیرہ لایوجد
جبریل نادیٰ فی منصۃ حسنہ
ھذا مدیح الکون ھذا احمد
یا عاشقین تولہ فی حبہ
ھذا ھو الحسن الجمیل المفرد
ویقول یا عشاق ھذا المصطفیٰ
ویقول یا مشتاق ھذا احمد
قالت ملائکۃ السماء باسرھم
ولد الحبیب و مثلہ لا یولد

شہنشاہِ اعظم یہ پیدا ہوئے
رسولِ مکرم یہ پیدا ہوئے
شہِ دین و دنیا یہ پیدا ہوئے
مہِ اوجِ علیا یہ پیدا ہوئے
یہ پیدا ہوئے سرورِ مُرسلاں
یہ پیدا ہوئے رہبرِ دو جہاں
یہ پیدا ہوئے مہرِ اوجِ شرف
یہ پیدا ہوئے فخرِ عہدِ سلف
یہ پیدا ہوئے خواجۂ بعث و نشر
یہ پیدا ہوئے شافعِ روزِ حشر

السلام اے آفتاب دارو دیں
السلام اے انتخابِ اولیں
السلام اے دست گیر بیکساں
السلام اے چارۂ دردِ نہاں
السلام اے قبلۂ حاجاتِ دیں
السلام اے بادشاہِ مُرسلیں
السلام اے پیشوائے انبیا
السلام اے دل رُبائے اولیا
السلام اے مصدرِ اسرارِ حق
السلام اے مظہرِ انوارِ حق
السلام اے شاہِ شاہاں السلام
السلام اے جانِ جاناں السلام

یـارب صـل وسـلـم دائـمـا ابـدا
عـلـی نبیّك خیـر الـخـلـق کـلـهـم

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو ملک شام کے محلات نظر آئے))

صاحبِ ''مواہبِ لدنیہ'' لکھتا ہے کہ ''احمد ابن حنبل'' اور ''بزار'' اور ''طبرانی'' اور ''حاکم'' اور ''بیہقی'' بواسطہ عرباض ابن ساریہ اور ''ابو نُعیم'' بواسطۂ حلیمہ سعدیہ خود حضرت آمنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''بروقت وضع حمل میں نے ایسی روشنی دیکھی کہ اس روشنی میں مجھے ملکِ شام کے شہر نظر آنے لگے'' اور ''ابو نُعیم عبدالرحمٰن ابن عوف کی ماں سے اور ''بیہقی'' عثمان ابن ابی العاص کی والدہ سے روایت کرتا ہے کہ ''انہوں نے بھی وہ روشنی دیکھی اور عثمان ابن ابی العاص کی والدہ یہ بھی کہتی تھیں کہ اس وقت آسمان کے تارے ایسے جھکتے نظر آتے تھے کہ میں نے گمان کیا کہ ہم پر گر پڑیں گے''۔

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم ختنہ شدہ پیدا ہوئے اور آپ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا))

اور آنحضرت مختون اور ناف بریدہ پیدا ہوئے اور حضرت آمنہ سے روایت ہے کہ جس وقت آنحضرت پیدا ہوئے، اسی دم انہوں نے سجدہ کیا اور انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اُٹھائی۔ بعد اس کے میں نے دیکھا کہ ایک ابر سفید نے اُنہیں چھپا لیا کہ میری نظر سے پوشیدہ ہو گئے۔ لیکن یہ آواز میرے کان میں آئی، کہنے والا کہتا ہے کہ اس لڑکے کو مشرق سے مغرب تک پھرالاؤ، بعد ازاں وہ ابر کُھل گیا، میں نے آنحضرت کو ایک حریر سفید میں لپٹا اور اس حریر سے پانی ٹپکتا پایا، اس تاریخ کو دریائے ساوا خشک ہو گیا اور وادی سماوا بہہ نکلا اور نوشیرواں کا محل زلزلہ میں آیا اور چودہ کنگرے اس کے گر پڑے اور قدیم آتش کدہ فارس کا جو

ہزار برس سے برابر روشن تھا بجھ گیا۔ یعنی ایسے آثار اور مقدمات ظاہر ہوئے کہ جس سے معلوم ہوا کہ ایک انقلاب عظیم الشان عالم میں ہونے والا ہے اور کیش و آئین اور تخت و دِہیم ((تاج)) پارس کا برہم ہو جانیوالا ہے۔

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کرنے کی وجہ سے ابولہب کے عذاب میں کمی ہوتی ہے))

پس بعد ولادت آنحضرت نے آٹھ سات دن دودھ اپنی والدہ کا پیا، پھر ثوبیہ جاریۂ ابو لہب نے دودھ پلایا، یہ وہی جاریہ ہے جس نے بروقت ولادتِ آنحضرت کے ابولہب کو خوشخبری دی تھی کہ تمہارا بھتیجا پیدا ہوا، اس نے اس خوشخبری پر اُسے آزاد کر دیا تھا، چنانکہ بسندِ صحیح حضرت عباس ابن عبدالمطلب سے منقول ہے کہ ''انہوں نے ایک بار ابولہب کے مرنے کے بعد اسکو خواب میں دیکھا، عذاب کا حال پوچھا، اس نے کہا کہ عقوباتِ شدیدہ میں مبتلا ہوں، مگر دوشنبہ کے روز اس جہت سے کہ اس دن آنحضرت کی ولادت کی خوشی سے لونڈی اپنی آزاد کی تھی، عذاب کی تخفیف ہوتی ہے اور جس انگلی سے اشارہ کر کے میں نے آزاد کیا تھا، اس انگلی میں کچھ صدمہ عذاب کا نہیں معلوم ہوتا ہے''، اور بعد ثوبیہ کے حلیمہ سعدیہ نے آنحضرت کو دودھ پلایا۔

یارب صل وسلم دائما ابدا علی نبیك خیر الخلق كلهم

((دائی حلیمہ کے گھر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات))

''ابن اسحٰق'' اور ''ابن راہویہ'' اور ''ابو یعلی'' اور ''طبرانی'' اور ''بیہقی' اور ''ابو نُعیم'' نے حلیمہ سعدیہ سے روایت کی ہے کہ حلیمہ فرماتی تھیں کہ جب میں قبیلہ بنی سعد ابن بکر کی عورتوں کے ساتھ جو شیر خوار لڑکوں کی تلاش میں نکلی تھیں، مکہ میں آئی، اس سال بڑا قحط پڑا تھا میرے پاس ایک خرِ مادہ ((گدھی)) تھی کہ لاغری سے چل نہیں سکتی تھی اور ایک اونٹنی تھی جو ابھی دودھ نہیں دیتی تھی اور میرا بیٹا اور میرا خاوند میرے ساتھ تھا، تنگدستی کا یہ حال تھا کہ

مارے فاقوں کے نہ رات کو نیند آتی اور نہ دن کو چین پڑتا۔ جب قوم کی سب عورتیں مکہ میں پہنچیں تو سب نے اپنے خاطر خواہ اچھے اچھے مالداروں کے لڑکے دودھ پلانے کو لئے، یہاں تک کہ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے سوا کوئی لڑکا باقی نہیں رہا، سو وہ بھی اس جہت سے کہ ان کی یتیمی کے سبب سے کسی نے انہیں نہیں لیا، میں نے اپنے خاوند سے مشورہ کیا کہ مجھے بڑی شرم آتی ہے کہ مکہ سے خالی پھر جاؤں اور کوئی لڑکا اپنے ساتھ نہ لوں، اب بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس یتیم ہی کو لے لوں، یہ صلاح کر کے میں آمنہ کے پاس گئی اور اُنکے لڑکے کو میں نے دیکھا کہ ایک سفید کپڑے میں لپٹا ہوا سوتا ہے اور آواز سونے کی گلے سے آرہی ہے اور اس کے بدن کی خوشبو سے مکان مہک رہا ہے۔ میرا دل اس پر فریفتہ ہو گیا آہستہ جا کر میں نے انکے سینہ پر ہاتھ رکھا، اُنہوں نے آنکھ کھول دی اور مسکرائے، میں نے پیار سے دونوں آنکھیں چومیں اور گود میں لے لیا اور دودھ پلانے لگی، انہوں نے ایک جانب کا دودھ پیا اور دوسری جانب کا نہ پیا اور یہی حال رہا جب تک کہ وہ میری رضاعت میں رہے ایک طرف وہ پیتے تھے دوسری طرف میرا بیٹا، یعنی کہ عدالت ان کی خلقت میں داخل تھی کہ برادرِ رضاعی کا حق چھوڑ دیتے تھے مگر میں ان کو گود میں اُٹھا کر جہاں اتری تھی وہاں لائی، اپنے خاوند کو دِکھلایا وہ بھی دیکھتے ہی بصد جان شیفتہ ہو گیا اور اسی دن میری اونٹنی ہری تازی معلوم ہونے لگی اور اس نے پہلے دن اتنا دودھ دیا کہ سب نے پیٹ بھر کر پیا اور نیند بھر سوئے، صبح کو اس کے خاوند نے کہا کہ یہ لڑکا بہت مبارک اور بابرکت معلوم ہوتا ہے، اس کو ضرور لینا چاہئے پس چند روز کے بعد حلیمہ آنحضرت کو لے کر حضرت آمنہ سے رخصت ہوئیں اور وہ مرکب لاغر جس پر آنحضرت کو گود میں لے کر سوار ہوئیں تھیں، بہت چُست و چالاک ہو گیا اور سب رواحل سے آگے جاتا تھا، لوگ تعجب کرتے تھے کہ ایسی طاقت اس میں کہاں سے آ گئی۔

حلیمہ کہتی ہیں کہ جس منزل پر میں اُترتی تھی وہاں کی سوکھی گھاس ہری ہو جاتی تھی اور خشک درخت سرسبز ہو جاتے تھے، جب گھر میں پہنچی تو ایک عجیب رونق میرے گھر میں ہو گئی،

ہر چیز میں برکت ہی برکت نظر آتی۔ بکریاں میری جو بہت دبلی اور بے شیر تھیں سب تازہ اور فربہ اور شیر دار ہو گئیں، لوگ اپنے گلہ بانوں سے کہتے کہ جہاں حلیمہ کے جانور چرتے ہیں وہیں ہمارے جانور بھی لے جایا کرو، یہ نہ جانا انہوں نے کہ چراگاہ دوسرا نہیں ہے، بلکہ صاحب "تبارك الذی بیده الملك" کے قدوم کا اثر ہے اور حلیمہ کہتی ہیں کہ جتنا کوئی مثلاً مہینوں میں بڑھتا ہے اُتنا آنحضرت گویا دنوں میں بڑھتے تھے اور جب بولنے لگے تو پہلے اللہ اکبر اور الحمد لِلّٰہ کہا اور جو چیز اُٹھاتے یا رکھتے تو بسم اللّٰہ کہتے۔

یارب صل وسلم دائما ابدا علٰی نبیك خیر الخلق کلهم

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلی دفعہ شقِ صدر ہونا))

اور جب آنحضرت حلیمہ کے یہاں تھے اور چار برس کے ہوئے ایک دن آنحضرت اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریوں کے چرانے کو باہر گئے، جب لڑکا حلیمہ کا کھانا لینے گھر میں آیا تو آنحضرت کو اکیلا بکریوں کے پاس چھوڑ آیا تھا، ناگاہ دو شخص نمودار ہوئے آنحضرت کو انہوں نے پکڑ کر چت لٹا دیا اور شکمِ مبارک کو چاک کیا۔ اس اثنا میں وہ لڑکا کھانا لے کر آپہنچا، یہاں جو حال دیکھا تو مضطرب ہو کر پلٹ گیا اور اپنی ماں حلیمہ سے جا کر کہا کہ وہ بھائی رضاعی ہمارا قریشی تلف ہو گیا چل کر دیکھو، حلیمہ اپنے خاوند کو لے کر بکمال اضطرار وہاں پہنچیں، دیکھتی ہیں کہ آنحضرت صحیح سالم کھڑے ہیں اور آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں، حلیمہ نے گود میں لے لیا اور پیار کیا اور حال پوچھا آنحضرت نے فرمایا: کہ دو شخص آئے، ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ یہ وہی لڑکا ہے، دوسرے نے کہا! ہاں وہی ہے، میں نے ان سے علیحدہ ہونا چاہا، انہوں نے جھپٹ کر مجھے پکڑ کر گرا دیا اور میرا پیٹ چاک کر ڈالا مگر مجھے کچھ درد نہیں معلوم ہوا، پھر ایک نے دوسرے سے پانی مانگ کر لیا اور اندر سے پیٹ میرا دھویا اور کچھ سیاہ سا نکال کر پھینک دیا اور کہا یہ حصہ شیطان کا تھا، پھر ایک نے دوسرے سے کچھ چیز لے کر میرے دل پر چیر کی اور اس چاک کو سی دیا۔ یہ ایک نمایش تھی شرح صدر معنوی کی کیونکہ اکثر عادتِ الٰہیہ جاری ہے کہ عالمِ غیب کی بات بطور سایہ کے عالمِ شہادت

میں صورت پکڑتی ہے اور اسی جہت سے آنحضرت کو وہ مرتبہ حاصل ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس کی تمنا کرتے تھے کہ ''رب اشرح لی صدری'' اور یہاں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے ''اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ'' اور اسی جگہ سے وہ بات آنحضرت کو حاصل ہوئی جو اربابِ کشف وکرامت آنحضرت کے حق میں فرماتے ہیں۔ ؎

موسیٰ رہوش رفت بیک پر تو صفات
تو عینِ ذات می نگری درتبسمی

اور اسی جگہ سے یہ بات ہے کہ جتنے کمالاتِ حقیقیہ نوعِ انسانی کے ہیں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات سے باوجود اُمیّت ((اُمّی ہونے کے)) کے مانند دریائے ناپیدا کنار کے سارے عالم میں پھیل پڑے کہ ایسے اور اس طرح کبھی نہ پھیلے تھے ''ذلك فضل اللہ یوتیه من یشا''۔

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر ہبل بت اُلٹے منہ گر گیا))

القصہ! حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب شقِ صدر کا واقعہ وقوع میں آیا، میرے شوہر اور مجھ سے لوگوں نے کہا کہ اس لڑکے کو اس کی ماں اور دادا کے پاس پہنچا دو، ایسا نہ ہو کہ اسے کچھ صدمہ پہنچے سو میں انہیں لے کر مکہ کو چلی جب قریب پہنچی تو ایک جگہ میں انہیں بٹھا کر طہارت کے لئے کنارے آڑ میں ہوگئی، جب فارغ ہو کر آئی تو میں نے ان کو اس مقام پر نہ پایا ہر طرف ڈھونڈھا کچھ پتا نہ ملا، تب تو میں داڑھیں مار کر رونے لگی۔ اتنے میں ایک بوڑھا آدمی آیا اور مجھ سے اس نے یہ ماجرا سُن کر کہا کہ میں تجھے ایک بڑے شخص کے پاس لے چلوں، وہ تجھے بتا دے گا، سو بڈھا مجھے ہبل بت کے سامنے لے گیا اور اس کی معذرت کر کے میرا حال اضطرار کا بیان کیا، اتنے میں اس بڈھے نے جونہی نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لیا وہ بت کہ سب سے بڑا وہی تھا، اَوندھے ((اُلٹے)) منہ گر پڑا اور ایک آواز

آئی کہ یہ نام مت لے۔ اس کا خدا اس کا حافظ ہے پھر جب وہاں بھی اس کا کچھ پتا نہ لگا، تو میں عبدالمطلب کے پاس گریاں اور نالاں آئی، وہ مضطربانہ کوہِ صفا پر چڑھ گئے اور یا آلِ غالب کہہ کر سب کو پکارا، سب قریش جمع ہوئے اور ڈھونڈھنے لگے جب کچھ پتا نہ چلا، تب عبدالمطلب وغیرہ نے مسجد حرم میں طواف کر کے مناجات کی۔ آواز غیبی سے معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ تہامہ میں بیٹھے ہیں، سب مل کر وہاں پر گئے اور انکو لے آئے اور بڑی خوشی کی اور عبدالمطلب نے حلیمہ کو خوش کر کے رخصت کیا۔ ((مدارج النبوت (اردو ترجمہ) جلد ۲ صفحہ ۴۰ مطبوعہ شبیر برادرز، ۴۰ اردو بازار، زبیدہ سنٹر، لاہور۔ مترجم مولانا غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ))

((حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات))

پس اُم ایمن جاریہ ((کنیز)) جو آنحضرت کو باپ کے ترکے سے پہنچیں تھیں آپ کی کھلائی کے طور پر مقرر ہوئیں، جب آنحضرت چھ سات برس کے ہوئے حضرت آمنہ انہیں مدینہ لے گئیں اور مُعَاوَدَت ((واپسی)) کے وقت راستہ میں حضرت آمنہ نے انتقال کیا اور ساتھ والے جب آپ کو مکہ میں لائے، عبدالمطلب متکفل پرورش کے ہوئے اور جب انہوں نے انتقال کیا تو ابوطالب والدِ علی مرتضیٰ متکفل آپ کی خبر گیری کے ہوئے۔

یارب صل وسلم دائما ابدا علیٰ نبیك خیر الخلق کلهم

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کا نزول))

سمجھنا چاہئے کہ چالیس برس کی عمر تک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بوجہ خفی اپنی شریعتِ خاصہ پر پوشیدہ عبادت کرتے رہے اور چالیسوں برس ایسی پوشیدگی میں بوجہ خفی عبادت کرنا اختیار فرمایا کہ کسی شخص کو تا حال بجز اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کسی دوسرے کی شرع کے بے اتباع عبادت کرتے تھے۔ اور اس عبادت کی کیفیت اور طرز سے واقفیت نہ ہوئی، تاکہ اولیا اللہ جو اخفائے

مجاہدات اور ریاضات پر معمور ہیں تعمیلِ امر کے ساتھ امتثالِ سنت سے بھی سرفراز ہوں اور محروم نہ رہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کی نبوتِ ثابتہ کو بذریعہ وحیِ ظاہر جبرئیل علیہ السلام نزولِ قرآن شریف کی وساطت سے اظہار فرمایا اس طور پر کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چالیس برس کے سن ((عمر)) میں اکثر غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور عُزلت ((تنہائی)) اختیار فرماتے اور اپنے طور پر عبادت بوحیِ خفی کیا کرتے اور بحرِ توحید میں ایسے مستغرق رہتے کہ باوجود کمالِ علم اور وسعتِ حوصلہ کے اگر جبرائیل علیہ السلام پیش آجاتے تو عالمِ امکان کی طرف بغیر التفات فرمائے آپ اُن کو نہ پہچانتے۔ چنانچہ روایت میں ہے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں عبادت کے واسطے تشریف رکھتے تھے۔ ریاضتِ باطنی فرما کر کسی مصلحت سے طہارت کے واسطے غار سے باہر تشریف لائے، کہ ناگاہ ایک آواز السلام علیکم کی اوپر کی جانب سے آئی، باوصف کمال مرتبۂ استغراق حصول تمایزِ کاملہ سے اس قدر پہچان لیا کہ یہ آواز جنسِ مخلوقات سے ہے اور بشر کی نہیں ہے، لیکن عالمِ علوی وحدت کی جانب متوجہ ہونے کے سبب سے اس قدر خیال نہ فرمایا کہ جِن کی آواز ہے یا مَلَکْ کی جیسا کہ بعض مفسرین نے اپنی تفسیروں میں روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جِن سمجھ کر متوحش ہوئے، یہ تَوَحُّش جِن کے ڈر اور ہیبت سے نہ تھا کیونکہ آپ کی امت کے اولیاء کمالِ توکل میں کسی بلا کی حقیقت نہیں سمجھتے ہیں، اور نہ ڈرتے ہیں چہ جائے کہ مرتبۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر سے ڈرنے کو یہاں دخل ہے، بنظر اس کے کہ قوم جِن آتشی ہونے کے سبب سے اکثر امورِ حَسَنہ میں فساد ڈالتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اس مقام سے غارِ حراء کی طرف متوجہ ہوئے، تاکہ اس سے علیحدہ ہوجائیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جلدی سے مشکّل ہوکر سامنے راہ میں نزول کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔

چونکہ اول ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استغراق بحرِ توحید میں

مقام علوی ذات وصفات کی طرف متوجہ تھے اور آواز دینے والے کی حیثیت کے خیال سے احتیاطاً غارِ حرا کی طرف تشریف لے چلے تھے، عالم امکان سے زیادہ بے توجہی اس وقت طاری تھی، حضرت جبرئیل علیہ السلام کو نہ پہچانا، غارِ حرا میں تشریف لے جا کر مصروف بہ عبادت ہوئے، پھر دفعِ توَحُّش کے واسطے گھر تشریف لائے اور اہل وعیال میں دل بہلا کر پھر غارِ حرا میں تشریف لے گئے اور یونہی عادت شریف تھی کہ دو چار روز گھر میں رہ کر پھر اکثر غارِ حرا میں بسر اوقات فرماتے۔ دو ایک مرتبہ اور بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ملاقات کا اسی طرح اتفاق ہوا اور شناسائی کی عادت بھی باہم ہوئی پھر بعد اس کے ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں حاضر ہوئے اور سورۂ اقرء لا کر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کہا، اقرء یعنی پڑھیے چونکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے راز ونیازِ محبت سے عبادت میں مشغول رہتے تھے اور کبھی پڑھنے لکھنے کا شغل نہیں فرمایا تھا کہ نزولِ قرآن شریف کے وقت کفار اپنے انکار پر آپ کی عادتِ نوِشت خواند ((پڑھنے لکھنے کی عادت)) کو دلیل نہ پکڑیں کہ دوسری کتابوں سے سیکھ کر آپ نے قرآن بنالیا ہے اور نوِشت خواند ((پڑھنے لکھنے)) کی طرف توجہ معاملاتِ علوی کے مانع رہا کرتی ہے اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مَاأنَا بقارئ'' یعنی ''میں پڑھنے والا نہیں ہوں'' کہ میرا کام قربِ اعلیٰ کا ہے اور نوِشت خواند کا کام چاہتا ہے کہ حروف کی طرف توجہ اور التِفات ہو جب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ معاملہ دیکھا خیال کیا کہ کاروبارِ تعلیم و تعلُّمِ خلائق درہم برہم ہو جائے گا۔ ناچار جس طرح کارکنان دربارِ سلاطین کو جس وقت کہ وہ اپنے لذائذ میں مشغول ہو جاتے ہیں، انتظام مملکت کے واسطے معاملاتِ دفتر کی طرف متوجہ کر دیا کرتے ہیں، اپنے پروں میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھانپ لیا کہ کیف حجابِ مَلَکیت کے سبب سے حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو امورِ ممکنات کی طرف التفات پیدا ہو

جائے، چونکہ غلبۂ نورانیت وتصرفِ خاص آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا وسیع تھا، ایک مرتبہ کا ڈھانپنا کچھ موثر نہ ہوا، آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے وہی جواب ارشاد کیا، دوبارہ پھر حضرت جبرئیل نے ڈھانپا، تاہم بدستور اول قوتِ نورانیت کی وجہ سے وہی کیفِ سابق قائم رہا، اور ویسا ہی "مَا اَنَا بقارئٍ" فرمایا، میں پڑھنے والا نہیں ہوں اور بسبب کمال استغراق توحید کے پڑھنا لکھنا نہیں چاہتا ہوں، یعنی پڑھنے کو اپنا مقصود اور کارِ ضروری نہیں سمجھتا ہوں، ناچار تیسری بار خُوب طرح سے جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے پروں میں ڈھانپا کہ تاثیرِ اتحاد سے حجابِ مَلکیت کا کیف آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کو لاحق ہوا اور امور ہدایتِ خلق جاری ہوں، آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اس طرف متوجہ ہو کر قرأت میں مشغول ہوئے، ہر چند کہ آپ کا علم اور تمام کمالات تعینِ نور ہی کے وقت سے آپ کو بلا وساطتِ غیر محض تعلیمِ الٰہی سے حاصل تھے، جیسا وصف اُمّی اس پر دلالت کرتا ہے، لیکن بحرِ توحید میں کمال استغراق کے سبب سے اس عالم کی طرف سے ایسی بے التفاتی اس وقت حاصل تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا یہ معاملہ پیش آیا، گویا ظاہر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت کو پڑھایا اور حقیقت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تحریکِ خادمانہ کے سبب سے آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اپنے علمِ کُلّی کی طرف متوجہ ہو کر پڑھنے لگے اور حرف شناسی کی طرف توجہ ہوئی، چونکہ یہ توجہ اس کیف کی منافی تھی کہ کمال استغراق سے گویا اس عالم سے ناواقفی حاصل کی تھی، پھر اس سے توجہ کرنے کا اتفاق ہوا، پس قُربِ اعلیٰ سے قُربِ ادنیٰ کی طرف تنزل کرنے کے سبب سے ہَولِ دل ((دل میں اندیشہ)) پیدا ہوا اور جسم مبارک کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے، آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے لحاف اوڑھ لیا۔

حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا نے یہ کیفیت دیکھ کر احوال پوچھا آنحضرت صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے بہ فحوائے "تکلموا الناس علی

قدرہ عقولھم"۔ یعنی "باتیں کرو لوگوں سے بقدر ان کی سمجھ کے"، احوالِ ظاہر جو گذرا تھا بیان کیا اور عالمِ وحدت سے عالمِ امکان کی طرف تنزّل کے سبب سے کہ کیف کو ناگوار ہوتا ہے، فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ اس کیفیت سے ہلاک ہو جاؤں، یعنی اس عالم کی طرف التفات کا حال اگر ایسا ہی ہر آن دائمی رہے گا تو میرے نزدیک اس تقربِ اعلیٰ کی فرصت نہ پانے کے سبب سے گویا ہلاکت ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا اپنا ساڈر سمجھ کر آنحضرت صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم کی تشفی اس طور پر کرنے لگیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اخلاقِ کریمہ عطا فرمائے ہیں۔ جیسے خلائق پر رحم کرنا محتاجوں کی حاجت برلانا، ایسا شخص رحمتِ الٰہی کا مستحق ہوتا ہے نہ غضب کا۔ آنحضرت صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم کو اس تشفی سے تسکین نہ ہوئی۔ آخر حضرت خدیجہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھا تشفی دلانے کے واسطے آنحضرت صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم کو ورقہ ابن نوفل اپنے چچا زاد بھائی کے پاس کہ سابق کی آسمانی کتاب کے ماہر تھے، لے گئیں، ورقہ نے یہ حال سن کر آپ کو پہچان لیا اور آپ کی رسالت کی تصدیق سے سرفراز ہوا۔ عرض کیا کہ وہ ناموسِ اکبر تھا اور ناموسِ اکبر اس زمانہ کے اہل کتاب کی اصلاح میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو کہتے تھے اور کہا کہ وہ پیغمبروں کے پاس وحی لے کر آیا کئے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی آئے، آپ نہ گھبرائیے، آپ کی بہت بڑی شان ہے لیکن آپ کی قوم آپ کا مرتبہ نہ سمجھے گی اور آپ کو ایسا رنج پہنچائے گی کہ آپ اپنے وطن سے نکلیں گے چونکہ آپ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْن ہیں۔ خرابی قوم کا ذکر آپ کے سامنے ہوا، تو غلبۂ ترحم سے اُن کی جانب التفات پیدا ہوا اور اس تنزّل کو ان کی مصلحت سمجھ کر آپ نے پسند فرمایا، آپ کا وہ تَوَحُّش دفع ہوا، پھر حکمِ خداوندی آیا "يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ" ((پارہ:۲۹، سورۂ مدثر، آیت:۱)) یعنی "اے بالا پوش اوڑھنے والے اٹھ اور ڈرا لوگوں کو خدا سے اور اپنے پروردگار کی بڑائی سب کے سامنے بیان کر اور اپنے لباس کو پاک صاف رکھ اور رکھنے والی چیزوں سے علیحدہ رہ اور

سلوک کسی کے ساتھ اس ارادے سے نہ کر کہ مجھے اس سے کچھ فائدہ ہو اور اپنے پروردگار کے لیے ہر طرح کا تحمل اور بردباری اختیار کر''۔ بعد اسکے عنایتِ خداوندی سے کارخانۂ رسالت الٰہیہ کا گرم ہوا اور منجملہ مکلفین بعد حضرت خدیجہ کے اوّلاً حضرت صدیقِ اکبر مشرف باسلام ہوئے اور جس زمانہ میں کوئی آنحضرت کا رفیق نہ تھا، انہوں نے آنحضرت پر جانبازی اور آبروشاری کی اور علی مرتضےٰ نے تو آپ ہی کی گود میں پرورش پائی تھی انکا تو نشوونما ہی جوانی کا اسلام میں ہوا۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا
علی نبیك خیر الخلق كلهم

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج شریف کا بیان))

اور گیارہویں سال نبوت کے آنحضرت کو پیش گاہ خداوندی سے مرتبہ معراج کا عنایت ہوا، ناگاہ حضرت کبریائے جلیل سے حضرت جبرئیل کو حکم پہنچا کہ پرطاوسی، بازوئے مرصع قدوسی، جامۂ نگارین فردوسی اپنے بدن پر آراستہ کر۔ اور کمر خدمت گاری کی مضبوط باندھ۔ تاج فرمانبرداری کا سر پر رکھ۔ مرُوحہ سعادت ہاتھ میں لے، میکائیل سے کہہ کہ باملائک ارزاق تیار ہو۔ اور اسرافیل سے کہہ صور ہاتھ سے رکھ دے۔ عزرائیل قبضِ ارواح سے باز رہے۔ آسمان کے نوبتی صدق وصفا کی نوبت بجائیں۔ فراشانِ انجمنِ قدس چاندنی نور کی طبقاتِ سماوات پر بچھائیں۔ صحنِ آسمانِ دنیا کو جاروب شعاعِ آفتاب سے جھاڑ کر سپیدۂ صبح اور گلاب روز سے دھویں عرش کو لباس زرنگار اطلس تجلیات بوقلموں کا پہنائیں۔ اور سرمہ شبِ قدر کا کواکب کے آنکھوں میں لگائیں۔ رضواں در و دیوارِ بہشت کو آئیں بند کرے۔ چمن چمن روش روش پر فرشِ زریں تجلیات کا بچھائے۔ مالک دروازے دوزخ کے بند کرے۔ حورانِ خلد بریں صف بصف آراستہ ہو کر عود قماری محبت کا سلگائیں اور غلمانِ بہشت طبق طبق جواہر گراں درود شوق کے نثار کرنے کے واسطے لائیں۔ آفتاب نکلنے سے۔ افلاک گردش سے۔ ہوا جنبش سے۔ دریا چلنے سے باز رہے اور تو درِ دولت مصطفوی پر براق

لے کر حاضر ہو اور عرض کر ے

آرایش سرمدی است امشب
معراج محمدی است امشب
امشب شب قدر تست بشتاب
قدر شب قدر خویش دریاب

''صحیح بخاری'' اور ''مسلم'' وغیرہ کتبِ صحاح حدیث میں وارد ہے کہ ایک شب کو آنحضرت صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم خوابِ استراحت میں تھے، حضرت جبرئیل بایک دابۂ معتدل القامت جسے براق کہتے ہیں حضرت کے حضور میں حاضر ہوئے اور سوتے سے جگایا اور مژدۂ جاں بخش عروج سنایا، اور اس دابہ پر آنحضرت کو سوار کیا۔ اولاً مسجدِ اقصیٰ یعنی بیت المقدس کو لے گئے۔ آپ نے وہاں نماز پڑھی اور ارواحِ مقدسۂ انبیا اور مُرسلین نے اقتدا کی۔

پھر وہاں سے حضرت کو آسمان کی طرف لے چلے جب آسمانِ اوّل پر پہنچے، دروازہ آسمان کا کھلوایا۔ دربانانِ فلکِ اوّل نے پوچھا، کون ہے؟ کہا جبرئیل۔ پوچھا تیرے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم، انہوں نے کہا، کیا وہ بلائے گئے ہیں۔ کہا ہاں! وہ بولے مرحبا خوش آمدید اور دروازہ کھل گیا، جب اندر گئے تو وہاں حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا، جبرئیل نے کہا، یہ تمہارے باپ آدم ہیں، ان کو سلام کرو، آنحضرت نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دے کر فرمایا ''مرحبا اے فرزندِ راست باز اور اچھے پیغمبر'' پھر جبرئیل آپ کو آسمانِ دوم پر لے گئے، دروازہ کھلوایا، بوّابین فلکِ دوم ((دوسرے آسمان کے چوکیدار)) بولے، کون ہے؟ کہا جبرئیل، بولے تیرے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم بولے کہ وہ بلائے گئے ہیں، جبرئیل نے کہا، ہاں! انہوں نے کہا، مرحبا! آیئے خوش آمدید اور دروازہ کھل گیا، جب اندر گئے تو حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کو دیکھا ان سے حضرت نے سلام علیک کی، انہوں نے جواب سلام کا

دیا اور کہا! ''مرحبا! اے برادرِ راست باز اور اے نبی نیک سرشت''! پھر تیسرے آسمان پر گئے، دروازہ کھلوایا، حراس فلکِ سوم ((تیسرے آسمان کے نگہبانوں)) نے کہا، کون ہے؟ جبرئیل بولے، میں جبرئیل! کہا تیرے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے کہا، کہ وہ بلائے گئے ہیں، کہا ہاں! بولے، مرحبا آئیے خوش آمدید، دروازہ کھل گیا، اندر گئے، دیکھا حضرت یوسف علیہ السلام کو، حضرت نے سلام علیک کی، انہوں نے جواب سلام دیا اور کہا ''مرحبا اے برادرِ صالح اور اے پیغمبرِ صالح''! پھر چوتھے آسمان پر گئے اور دروازہ کھلوایا۔ نگہبانانِ فلکِ چہارم بولے، کون ہے؟ کہا جبرئیل، بولے ساتھ تیرے کون ہے! کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بولے کیا وہ بلائے گئے ہیں، کہا ہاں! بولے مرحبا آئیے۔ خوش آمدید۔ دروازہ کھل گیا، اندر گئے۔ دیکھا حضرت ادریس علیہ السلام کو، ان سے حضرت نے سلام علیک کی، انہوں نے جوابِ سلام دیا اور کہا مرحبا اے برادرِ راست باز اور اے پیغمبرِ راست باز''، پھر پانچویں آسمان پر گئے، دروازہ کھلوایا۔ حارسان فلکِ پنجم نے کہا، کون ہے؟ کہا جبرئیل، کہا تیرے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کہا۔ کیا وہ بلائے گئے ہیں، کہا ہاں! بولے مرحبا! آئیے، خوش آمدید۔ دروازہ کھل گیا، اندر گئے، دیکھا حضرت ہارون علیہ السلام کو ان سے حضرت نے بسلام علیک کی، انہوں نے جواب سلام دیکر کہا، آئیے ''مرحبا اے برادرِ راست باز اور اے پیغمبرِ راست باز''، پھر چھٹے آسمان پر گئے، دروازہ کھلوایا، دربانان فلکِ ششم نے کہا، کون ہے؟ کہا جبرئیل، کہا ساتھ تیرے کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟ کہا کیا وہ بلائے گئے ہیں، کہا ہاں! بولے! آئیے، مرحبا خوش آمدید، اندر گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، ان سے حضرت نے سلام علیک کی، انہوں نے جواب سلام دیا اور کہا ''مرحبا اے برادرِ صالح اور اے پیغمبرِ صالح''، پھر ساتویں آسمان پر گئے دروازہ کھلوایا بوّابین فلکِ ہفتم ((ساتویں آسمان کے چوکیداروں)) بولے کون ہے؟ کہا جبرئیل، کہا ساتھ تیرے کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کہا کیا وہ بلائے گئے ہیں، کہا ہاں بولے آئیے، مرحبا

خوش آمدید، دروازہ کھل گیا، اندر گئے، دیکھا! حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انہوں نے جواب سلام دے کر کہا، مرحبا اے فرزندِ صالح اور اے نبی صالح!

يا رب صل وسلم دائماً ابدا
على نبيك خير الخلق كلهم

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم نورِ خدا ہیں اور آپکا سایہ مبارک بھی نہ تھا))

قدر رعنا کی ادا جامۂ زیبا کی پھبن
سرگیں آنکھ غضب ناز بھری وہ چتون
وہ عمامہ کی سجاوٹ وہ جبینِ روشن
اور وہ مکھڑے کی تجلی وہ بیاض گردن
وہ عبائے عربی اور وہ نیچا دامن
دلربایانہ وہ رفتار وہ بیساختہ پن
مردہ بھی دیکھے تو کر چاک گریبان کفن
اُٹھ چلے قبر سے بیتاب زباں پر یہ سخن
مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت تو عجب خوش لقبی
آمد آمد کی جو افلاک پہ پیہم تھی دھوم
عرش ہر مرتبہ بس شوق سے جاتا تھا جھوم
اور ہر ایک نقشِ قدم پر تھا فرشتوں کا ہجوم
کوئی رکھتا تھا جبیں اور کوئی لیتا تھا چوم
پاؤں رکھتا تھا جہان ناز سے وہ عین علوم
اس جگہ آنکھ بچھاتے تھے تمنا سے نجوم

کوئی کرتا تھا ادا عشرت و شادی کی رسوم
اور کسی نغمہ سے ہوتا تھا یہ مضمون مفہوم

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت تو عجب خوش لقبی

انگلیاں اٹھنے لگیں دُور سے وہ آپہنچا
گردنیں جھکنے لگیں سجدے کی خاطر ہر جا
سب لگے کہنے کہ ہے سایۂ ذاتِ یکتا
آدمی ہم نے تو اس حسن کا دیکھا نہ سُنا

آدمی ہوتا تو اس ماہ کا سایہ ہوتا
جس کے سایہ نہ ہو وہ نورِ خدا ہے بخدا
واہ کیا حُسن ہے کیا شان ہے اے صلّ علیٰ
وجد کے حال میں پھر جھوم کے ہر ایک بولا

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت تو عجب خوش لقبی

غل ہوا سیر کو فردوس کے آتے ہیں حبیب
بولا رضواں کہ بھلا میرے کہاں تھے یہ نصیب
پیش کش کیا کروں اس شاہِ زمن کے میں غریب
صدقہ آپ ہی کا ہے جو خلد میں ہے چیز عجیب

کوئی دعوت کی نہیں بنتی ہے مجھ سے ترکیب
مگر امت کے مکانوں کی دکھاؤں ترتیب
ناگہاں آنے لگی کانوں میں آوازِ نقیب
عرض کرنے لگا یوں جا کے سواری کے قریب

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدیات تو عجب خوش لقبی

حوریں کہتی تھیں کہ ہم لینے کو جایا کرتے
آپ ہر روز اسی طرح سے آیا کرتے

پیشوائی کے لیے دھوم مچایا کرتے
اور ہم یہ قدم آنکھوں سے لگایا کرتے

رُخِ گلگوں سے عرق پونچھ کے لایا کرتے
اپنے کپڑوں کو پسینے میں بسایا کرتے

آپ کو تختِ زمرد پہ بٹھایا کرتے
سامنے ہم یہ کھڑے ہو کے سنایا کرتے

مرحبا سید مکی مدنی العربی
دل و جاں باد فدایت تو عجب خوش لقبی

الغرض! فلکِ ہفتم سے سدرۃ المنتہی پر پہنچے، اسے سدرہ اس واسطے کہتے ہیں کہ مشابہ درخت کنار بے خار کے ہے اور منتہی اسواسطے کہتے ہیں کہ ملائکۂ کارکن اس کے ورے کے وہیں تک پہنچتے ہیں اور اس کے پرے کے بھی وہیں تک آتے ہیں۔ آنحضرت فرماتے ہیں کہ اس میں پھل لگے تھے جیسے موضع ہجر کے مٹکے اور پتے اس کے جیسے ہاتھی کے کان اور اس کو ڈھانپ لیا تھا حکمِ خدا سے جس چیز نے کہ ڈھانپ لیا تھا کہ اس کی خوبی کی تعریف کوئی مخلوق نہیں کرسکتا ہے اور بعضے روایت میں آیا ہے کہ جس طرح کرمک شب تاب ہوتا ہے جسے جگنو کہتے ہیں، بے شمار سنہرے پتنگے اس پر تھے، پس حضرت جبرئیل رک گئے اور کہنے لگے "لودنوت انحته لا حترقت"، یعنی "اگر ایک انگل بھی آگے بڑھوں، تو جل جاؤں"۔

چنـــاں گــرم در تیـــہ قــربــت بــرانــد
کـــہ درســدره جبـرئیـل ازوبــاز مــانــد

بـدو گـفــت ســالارِ بیــتِ الـحـرام
کـــہ اے حـــامـلِ وحـــی بـــرتـــر خـرام

بـــگـــفتــا فــراتــر مــجــالـم نـمــانــد
بـمــانـدم کـــہ نیــروے بــالـم نـمــانـد

اگـــر یـــکســـر مـــوے بــرتـــر پــرم
فـــروغِ تـــجـــلـــی بســـوزد پـــر م

اور آنحضرت آگے بڑھے، جلباب تجلیات کو طے کرتے اس جگہ پہنچے، فرماتے ہیں ڈبو دیا گیا کسی چیز میں اور مشرف بہ خلعتِ سرفرازی فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی ((پارہ:۲۷،سورۃ النجم،آیت:۱۰))((ترجمہ:''اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی'')) ہوئے۔

زسپھـر کـردچـنــاں گـذر کـہ زشیشـہ میـگـذرد نـظـر
نــہ بپـا زرفتـن ره اثـر نــہ بـروح غـم نــہ بـجـاں ضـرر

نــہ زجـا ں سـرے نــہ زدل خبـر نـہ ملك رسیده ونے بشر
تــو عـروجِ پـایـۂ اونگـر کـہ کـجـا رسید بیك نـظـر

بـلـغ الـعـلٰی بـکـمـالـہ کشف الـدجیٰ بـجـمـالـہ
حـسـنـت جـمـیـع خـصـالـہ صـلـوا عـلـیـہ و آلـہٖ

چـور سیـدخـوا جـہ دراں مـکـاں هـمـه راز گشـت بـروعیـاں
چـه عیـاں کـه گشـت بـروعیـاں چـه نهـاں کـه بود همـه نهـاں

پـسِ پـرده خـا لـقِ انـس و جـاں بسـرور وصـل شـہ شهـاں
زبـرائے زمـزمـۂ بیـاں بـمـلـك اشـاره كـنـد کـه مـدهـاں

بلغ العلٰی بکمالہ کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہٖ
زبہارِ حسنِ رخِ نکو چمنے شدہ ہمہ کو بکو
نہ اشارتے و نہ گفتگو نہ سراغِ راہ و نہ جستجو
چو میسر آمدہ آرزو بخضر بگفت خدائے او
کہ بسلسبیل بکن وضو برساں نوید بچار سو
بلغ العلٰی بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہٖ
چو نویدِ مَقْدَمِ شاہِ دیں برسیدہ برفلکِ بریں
پئے سجدۂ قدم بریں مہ و مہر شد ہمہ تن جبیں
ملک و بشر فلک و زمیں ہمہ شادماں و طربِ گزیں
لبِ جبرئیل بذکرِ ایں کہ جنات سید مرسلیں
بلغ العلٰے بکمالہ کشف الدجیٰ بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہٖ
شبِ وِصل برقع دلکشا چو کشا دازرخِ جانفزا
زخودی گذشتہ و خویش رابخودش ندید بجز خدا
نظر و نظارۂ دلر بادل و ہمکناری مدعا
چو نصیب گشت دریں لقاز فلک بلند شد ایں صدا
بلغ العلٰی بکمالہ کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہٖ
چوفتاد غلغلہ بر سما کہ قریب آمدہ مصطفٰے
خضر و مسیح برہنہ پا بدوید بہ پیش کہ مرحبا

چہ ملک چہ حور چہ انبیا ہمہ تن زباں زپئے دعا
لبِ ہر فرشتہ جدا جدا ہمیں ترانہ شد آشنا
بلغ العلٰی بکمالہ کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہٖ

دل و جانِ من بفدائے تو سرو دیدہِ وقف ہوائے تو
چہ کسی کہ بھر بقائے تو شدہ اشتیاق خدائے تو
ز سپہر تا بسرائے تو ہمہ نور شد بضیائے تو
چو بہ لا مکاں شدہ جائے تو دلِ عرش گفت ثنائے تو
بلغ العلٰی بکمالہ کشف الدجی بجمالہ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہٖ

بشگفت غنچہ چمن چو شنید نکہت پیرہن
شدہ زرد شمع در انجمن چو بدید روئے شہ زمن
بزباں نمیر سلاز دھن مگر ایں سخن مگر ایں سخن
کہ ز پردۂ فلک کہن رسدایں ترانہ بگوش من
بلغ العلٰی بکمالہ کشف الدجی بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہ صلوا علیہ وآلہٖ

((بعد وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام کا امتِ محمدیہ کی مدد فرمانا))

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہاں پچاس وقت کی نماز کی فرضیت کا حکم ہوا، سو پھرتے وقت موسیٰ کے پوچھنے پر میں نے اُن سے کہا کہ پچاس نمازیں فرض ہوئیں ہیں، حضرت موسیٰ نے کہا کہ رجوع کرو اپنے رب کی طرف اور تخفیف طلب کرو، تمہاری اُمت اتنی نمازوں کی طاقت نہ رکھے گی، میں بنی اسرائیل کو بہت آزما چکا

ہوں یعنی وہ باوجود یہ کہ اقویا تھے، تو بھی بجا آوریٔ احکام میں عذر کیا کرتے تھے۔ آنخضرت فرماتے ہیں کہ میں نے پھر رجوع اپنے رب کی طرف کی، پانچ نمازوں کی تخفیف ہوئی اور میں نے موسیٰ سے تخفیف کا حال بیان کیا، انہوں نے پھر وہی کہا کہ اور تخفیف کی درخواست کرو۔ الغرض! اسی طرح مراجعت اور مسئلت تخفیف کی مکرر ہوتی رہی، یہاں تک کہ پانچ نمازیں رہ گئیں، اس پر بھی موسی نے تخفیف کی درخواست کے لئے کہا۔ میں نے کہا، اب تخفیف کی درخواست کرتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے، پھر آواز آئی کہ ان پانچ نمازوں میں انہیں پچاس نمازوں کا ثواب ملے گا الغرض! آپ نے معاودت فرمائی اور ہنوز صبح نہ ہونے پائی تھی کہ اپنے گھر پہنچے۔

یا رب صل و سلم دائما ابدا علی نبیك خیر الخلق كلهم

((تصدیق واقعہ معراج کے متعلق حضرت صدیق اکبر کا ایمان افروز واقعہ))

حضرت اُمِ ہانی بنتِ ابی طالب فرماتی ہیں کہ ''ایک دن صبح جو ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم مجھ سے فرمانے لگے کہ رات کو جبرئیل مجھے بیت المقدس لے گئے اور صبح ہونے سے پہلے پھر یہاں لے آئے اُمِ ہانی کہتی ہیں، میں نے عرض کیا ''فداك ابی و امی'' یہ بات آپ منکروں سے نہ کہیے گا آنخضرت نے فرمایا: واللہ! میں تو اسے نہ چھپاؤں گا۔ اور حضرت عباس ابن عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ اُس صبح کو اتفاقیہ ابو جہل آنخضرت کے حضور میں آکر بیٹھا اور ٹھٹھے سے کہنے لگا، کہو کوئی نئی بات بھی ہوئی، آنخضرت نے فرمایا: ہوئی تو ہے، اس نے پوچھا کیا؟ آنخضرت نے فرمایا: رات کو میں بیت المقدس میں گیا، اس نے کہا رات ہی کو گئے اور صبح پھر مکہ میں آگئے، آپ نے فرمایا: ہاں! اور کہا ایسا ہی ہوا۔ اس نے کہا یہ ماجرا اور بھی کسی سے کہے گا، آپ نے فرمایا: سب کے روبرو کہوں گا۔ ابوجہل نے لوگوں کو بلایا اور آنخضرت سے کہا کہ ان کے سامنے بھی بیان کیجئے۔ آپ نے

پھر وہی سخن اعادہ فرمایا کہ رات میں بیت المقدس گیا اور صبح نہ ہونے پائی تھی کہ پھر ((یعنی واپس)) آ گیا۔ ابو جہل لوگوں کو لئے ہوئے حضرت صدیقِ اکبر کے پاس آیا ان سے کہا، کہ تمہارے یار نے آج ایک نئی بات نکالی ہے، کہتے ہیں کہ رات میں بیت المقدس میں گیا اور وہاں سے پھر مکہ میں آیا اور ہنوز صبح نہ ہوئی تھی۔ صدیق اکبر نے کہا، سچ کہو کیا وہ ایسا ہی کہتے ہیں۔ یعنی تُو تو اپنی طرف سے جھوٹ نہیں بناتا ہے؟ اُس نے کہا کہ میں سچ کہتا ہوں، اپنے جی سے بنا کر نہیں کہتا ہوں۔ حضرت صدیق اکبر نے فرمایا: اگر انہوں نے فرمایا ہے تو سچ کہا ہے، اس منہ سے کبھی جھوٹ نہیں نکل سکتا، جب صدیق اکبر حضرت کے پاس آئے اور آپ سے سب ماجرا بیان کیا۔ تو آنحضرت نے متبسم ہو کر فرمایا کہ تم نے کیونکر جلدی باور کر لیا، حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کیا کہ ہر گاہ ہم نے اس بات کو باور کیا کہ جبرئیل آسمان پر سے دم بھر میں آپ پاس آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں، تو انکا لے جانا آپ کو ہمیں دشوار کیوں معلوم ہوتا اور جماعتِ قریش میں کچھ لوگ ایسے تھے۔ جنہوں نے بیت المقدس کو دیکھا تھا، آنحضرت سے اس کا پتا ذری ذری ((یعنی ذرا ذرا)) بات کا پوچھنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں ان کے اس طرح کے پوچھنے سے بہت گھبرایا۔ یعنی میں نے بنظرِ سرسری دیکھا تھا، مجھے بخوبی سب کچھ معلوم نہ تھا مگر خداوند تعالیٰ نے اسی وقت وہ مسجد میرے سامنے نمودار کر دی پس جو بات اس کی وہ پوچھتے گئے، آنحضرت باطمینان تمام فرماتے گئے، جب قریش نے مسجد کے پتے ٹھیک ٹھیک سنے، تو آپس میں حیرت زدہ ہو کر پوچھنے لگے کہ ہمارے فلانے فلانے قافلے ملکِ شام کو گئے ہیں، ان کی تو کوئی خبر کہو، آپ نے کہا کہ فلانے قافلے کا ایک اونٹ فلانی منزل میں کھو گیا تھا وہ اس کی تلاش میں پھرتے تھے اور فلانے قافلے کے فلانی منزل میں ایک کا پانی بھر ارکھا تھا، میں نے اسے پی لیا تھا، وہ لوگ آئیں تو ان سے دونوں باتیں پوچھ لینا اور فرمایا: کہ ایک نشان اور بتاتا ہوں کہ راہ میں جب فلانے قافلے پر گذر ہوا تو دو مرد ایک اونٹ پر سوار ملے، جونہی میرا مرکب اس کے پاس ہو کے نکلا، وہ اونٹ بہک کر بھاگا اور دو

سواروں سے ایک گر پڑا، ہاتھ اس کا ٹوٹ گیا، ان لوگوں نے آنحضرت سے پوچھا کہ جو قافلہ آتا ہے وہ کہاں ملا تھا، اور اس کا کیا حال ہے؟ اور کتنی دور ہے؟ کس وقت مکہ میں پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: کہ اس کو میں نے مقام تنعیم میں دیکھا تھا اور دو اونٹوں پر غرارے لدے ہیں اور وہی دونوں قافلے کے آگے آگے چلتے ہیں، پرسوں صبح آفتاب نکلتے ہی وہ قافلہ مکہ میں داخل ہوگا۔ ان شریروں نے یہ بندوبست باندھا کہ کسی طرح آپ کو سرِ دست الزام دینا چاہیئے، سومشورہ کر کے تیسرے دن کچھ رات رہی میں باہر جا کر ایک تو مطلع آفتاب پر نگاہ جما کر بیٹھا تھا اور ایک نے اس ناکے کی طرف جدھر سے قافلہ آنے والا تھا آنکھ جمائی، یعنی اگر قُدُومِ قافلہ ((قافلہ کے واپس پہنچنے)) اور طلوعِ آفتاب میں کچھ بھی پس و پیش ((آگے پیچھے)) ہو تو ہمیں الزام دینے کی جگہ ہوجائے، خدا کی قدرت آنحضرت کا اعجاز، ایک طرف والے نے پکار کہا "طلعت الشمس" "آفتاب نکلا" ساتھی اس کے دوسرے طرف والے کی آواز بلند ہوئی "دخلت القافله" "آپہنچا قافلہ" اور بعد اس کے جب اور قافلہ والے آئے تو سب نے نشانیاں موافق فرمانے آنحضرت کے پوچھیں اور ویسی ہی پائیں۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا علی نبیك خیر الخلق کلهم

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فضائل بیان کرنا ممکن نہیں))

مناقبِ مصطفویہ کے بیان کے واسطے دفتر چاہیئے اور علمِ وافر اور پھر بھی جو حقیقت ان کے مناقب کی ہے، اسکا بیان کسی سے نہیں ہوسکتا۔

نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را
زانکہ از عالم و آدم توئی عالی نسبی

ان کی رفعت اور منزلت کا کوکبہ اتنا بلند ہے کہ جبرئیل اور اسرافیل کی پگڑیاں اُدھر سر اُٹھا کر دیکھنے میں گرتی ہیں، حضرت روح اللہ ان کی منقبت کے بیان میں فرماتے تھے کہ

طاقت زیادہ بیان کی نہیں اور سننے والوں کو کہتے کہ تم متحمل نہ ہوسکو گے۔ حضرت سرورِ کائنات کا فضل واحسان خدا کے سب پیغمبروں پر بہت اچھی طرح نمایاں اور آشکارا ہے، جس کلمۃ اللہ کے بلند ہونے کی اگلے سب پیغمبروں کو تمنا تھی اور جس کو موسیٰ اور عیسیٰ توریت و انجیل میں اول احکام شریعتِ الٰہیہ اور بزرگ ترین احکام ملتِ ناموسیہ اور موجبِ تحیاتِ جاودانی اور اصل الاصول ضروریاتِ ایمانی قرار دیتے تھے یعنی ''لا الہ الا اللّٰہ'' کہ ''نہیں کوئی سوا خدا کے جو بے نیاز ہو ماسوا سے''، سو وہ کلمہ بطفیل رسالت حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے اس طرح بلند ہوکر عالم میں پھیلا کہ اس کمیت اور کیفیت سے کبھی کسی نبی کے ہاتھوں سے نہیں پھیلا تھا اور غلغلہ یکتا پرستی اور طنطنہ ممانعتِ غیر خدا پرستی کا مشرق سے مغرب تک عموماً پھیل کر بلند ہوا، اور آوازۂ توحیدِ خالص آویزۂ گوشِ روزگار ہوکر اس نہج پر صاف اور درست بلند ہورہا ہے، کہ کسی پیغمبر کی امت میں اس طرح کچھ دنوں بھی درست نہیں رہا، اور وحی الٰہی بایں طول وبسط جیسی کہ بدولت آنحضرت کے مشرق سے مغرب تک تلاوت کی جاتی ہے کسی معصوم سے وحی الٰہی اس طرح پر باقی ہی نہیں رہی چہ جائے کہ مشہور ہورہی ہو۔

علی نبیك خیر الخلق کلھم
یا رب صل وسلم دائما ابدا

تمام ازیں کہ نشینانِ کشورستانِ نبوت ورسالت عموماً اور خصوصاً حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت لوط اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور حضرت عیسیٰ علی نبیّنا وعلیھم الصلوٰۃ والسلام صرف آنحضرت ہی کے بدولت ان رذائل اور کفریات کی تہمتوں سے جو اہلِ کتاب نے اُن کی نسبت اپنی کتابوں میں لکھ رکھی تھیں بری ومعصوم سمجھے گئے اور صفات اور افعالِ صمدیہ حضرت حق جلّ و علی اور معارف و حقائقِ الٰہیہ جو کبھی آشکارا نہیں ہوئے تھے، سو ہر مکتب اور مدرسہ اور ہر مجلس ومسجد میں عیاں ہو کر مشہور ہوں۔

قفلھا کہ انبیا بگذاشتند
آں بدینِ احمدی برداشتند

عقدہ ہائے ناکشودہ ماندہ بود
کزدمِ انّا فتحنا برکشود

اور انہیں کے بدولت ایک عجیب عبادتِ بدنیہ خداوند تعالیٰ کی جامع جمیع مراتبِ تعظیم بہ تسبیح وتہلیل وتکبیر اور قیام اور رکوع وسجود اور تلاوتِ وحی الٰہی بنظافت اور صفائی تمام جسے نماز کہتے ہیں، صبح وشام اور دوپہر ڈھلتے اور تھوڑا دن رہتے۔ تھوڑی رات جاتے، پچھلی رات رہتے، تھوڑا دن چڑھتے سارے عالم میں مغرب سے مشرق تک رواج پاکر اب تک پھیل رہی ہے۔ اس طرح کی عبادت کبھی کسی نبی کے عہد میں ظاہر ہی نہیں ہوئی تھی۔ چہ جائیکہ سارے جہان میں پھیلتی چلی گئی ہو۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا علی نبیك خیر الخلق کلهم

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے چاند دوٹکڑے ہوگیا))

''بخاری'' اور ''مسلم'' اور ''ترمذی'' اور ''احمد ابن حنبل'' اور ''بیہقی'' اور ''ابونُعیم'' اور ''عبدالرزاق'' نے عبداللہ ابن مسعود اور حذیفہ ابن الیمان اور علی مرتضےٰ اور عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن عباس اور انس ابن مالک اور معمر سے باسانیدِ کثیرہ متصلہ استخراج کیا ہے کہ حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوۃ والتسلیمات کے اشارہ سے چاند دوٹکڑے ہوگیا جس کی خبر قرآن شریف میں اس طرح دی گئی ہے۔

''اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ'' ((پارہ:۲۷، سورۂ قمر، آیت:۱)) یعنی ''دورِ آخر الزماں آیا اور پاس آ لگی قیامت اور پھٹ چکا چاند اور کافروں کا حال یہ ہے کہ اگر دیکھتے ہیں کوئی نشانی ٹال جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو قدیم جادو ہے''۔

((قرآن پاک کی مثل لانے سے مشرکینِ عرب عاجز آ گئے))

اور سارے عرب کے بڑے بڑے زبان دانوں کو کلامِ الٰہی کے حق میں ''وَلَنْ تَفْعَلُوْا'' ((پارہ:۱، سورۂ بقرہ، آیت:۲۴)) ((یعنی ''ہرگز نہ لاسکو گے'')) کا علانیہ دعویٰ کر کے

عاجز کر دیا یعنی ہرگز ہرگز ایسا کلام نہ کہہ سکو گے، کافروں نے اپنی آبرو اور جان و مال حمیتِ جاہلیت سے بت پرستی کے پیچھے کھوئی اور مضمونِ خطاب "وَلَنْ تَفْعَلُوْا" ((پارہ:۱، سورۃ بقرہ، آیت:۲۴)) ((یعنی "ہرگز نہ لاسکو گے")) کو مرتفع ((اُٹھا)) نہ کر سکے یعنی امرِ اختیاری ان کا خود ان سے نہ چل سکا، باوجودے کہ صاحبِ بلاغت اور فصاحت اور زباں داں لوگ تھے اور آں حضرت اُمّی تھے۔

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر معجزات کا اجمالی بیان))

چنانکہ یہ معاملہ متواتر الثبوت ہے اور بارہا آنحضرت نے بہت تھوڑے کھانے سے سینکڑوں آدمیوں کو آسودہ کر دیا اور وہ کھانا جوں کا توں بنا رہا اور بارہا تھوڑے سے پانی سے ہزاروں آدمیوں اور جانوروں کو سیراب کر دیا اور وہ برتن پانی کا جیسا کہ لبریز تھا، لبریز رہا اور جو آسودگیاں اور سیرابیاں گرسنگانِ الوانِ نعمت معرفت اور تشنگانِ ساحلِ درد و محبت کو آنحضرت کی عنایت سے حاصل ہوئیں اور اب بھی ہوتی ہیں انکا تو بیان حیزِ امکان سے باہر ہے۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا　　علی نبیك خیر الخلق کلهم

بارہا بعضے جانور اور بعض درخت اور بعضے جمادات لکڑی اور پتھر آنحضرت کے صدقِ نبوت کے گواہ ہوئے۔ آنحضرت کی صحبت میں کھانا کھاتے، کھانے سے تسبیحِ الٰہی کی آواز سنی جاتی، راہ چلتے پتھروں سے آواز "سلام علیك" کی بلند آنے لگتی، ہر بنِ مو سے اللہ اللہ کی آواز آپ کی جہت سے بہتیروں کے پیدا ہونے لگتی، آنحضرت کے ہاتھوں سے ہاتھ لگاتے بہتیرے بیمار اچھے ہو گئے، پاؤں ٹوٹا ہوا دفعتہً درست ہو گیا۔ آنکھ باہر نکل پڑی ہوئی چنگی بھلی ہو گئی، زہر سانپ کا آبِ دہن لگاتے ہی فوراً جاتا رہتا اور دیدۂ رمد رسیدہ اس سے ہمیشہ کے لیے اچھا ہو گیا اور بیمار دل والے لاکھوں کروڑوں صاحبِ قلبِ سلیم ہو گئے۔ آسمان خشک سالی کا آنحضرت کے کہنے سے فوراً گھر کر برسنے لگا۔ مینہ کی جھڑی لگی ہوئی دفعتہً شہر پر سے کھل گئی اور ایک مٹھی خاک سے سینکڑوں دشمنانِ توحید کی آنکھوں میں گرد بھر

گئی، چھڑی لکڑی کی دشمنِ خدا پر آپ کے حکم سے آپ کے جاں نثار کے ہاتھ میں تلوار بن گئی اور زمین سنگ لاخ آپ کے دشمن کے حق میں آپ کے حکم سے دلدل ہوگئی۔ کافر کا بدن جو استخفافاً آپ کی چال کی نقل کرتا تھا بمجرد آپ کے کُــنْ فرمانے کے اَینٹھ ((اکڑ)) گیا۔ شیر ژِیاں ((خوفناک شیر)) آپ کے نام سے آپ کے غلام کے سامنے گربہ مسکین ہوگیا۔ گُرگِ خشمگیں ((غصے میں بھرا ہوا بھیڑیا)) آپ کے صدقِ نبوۃ کی بزبانِ فصیح گواہی دینے لگا۔

((مسجد نبوی کے ستون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں بچوں کی طرح رونا))

اور ''بخاری شریف'' وغیرہ صحاح کتبِ حدیث میں بتواترِ معنوی وارد ہے کہ حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوات و التسلیمات ابتداً اپنی مسجد میں ایک چوبی ستون کا تکیہ دے کر خطبہ اور وعظ فرماتے، چند روز کے بعد ایک شخص نے منبر بنا لا دیا۔ آنحضرت نے تکیہ دینا ستون کا موقوف کر کے منبر کو سرفراز فرمایا۔ سو جس دن آپ نے اس ستون کا تکیہ موقوف کیا، اس سے آواز دردانگیز فراق کی بلند ہوئی۔ جیسا بچہ اپنی ماں کے فراق میں روتا ہے، آپ نے منبر سے اُتر کر اس کو چھاتی سے لگا لیا۔ یہاں تک کہ جس طرح روتا لڑکا ماں کے دستِ شفقت سے ٹھہر ٹھہر کر چپکا ہوتا ہے، وہ آواز دردناک ستون کی ٹھہر ٹھہر کر موقوف ہوئی ؎

ستوں کی دیکھ کر حالت صحابہ سربسر روئے
تمامی حاضرانِ مجلس خیرالبشر روئے
رُلائے جبکہ چوبِ خشک کو حضرت کی مہجوری
کہو پھر دردِ فرقت سے نہ کیوں جانِ بشر روئے
سنی جب اس ستونِ عاشق بیتاب کی زاری
رسول اللہ کے اصحاب کہئے کس قدر روئے

بھرا آتا ہے آنکھوں میں وہ عالم اُن کے رونے کا
کہ کس کس طرح سے اصحاب باسوز و جگر روئے
ستوں نے یہ کیے نالے کہ عین حال سے اس دم
شجر روئے حجر روئے سبھی دیوار و در روئے
رسول اللہ کی الفت محبو! اصل عرفاں ہے
فراقِ مصطفٰے میں اہلِ عرفاں عمر بھر روئے
بشکلِ ابر اے کافی یہ مہجوروں کا عالم ہے
یہاں روئے وہاں روئے اِدھر روئے اُدھر روئے

زہے رتبۂ عالی ان لوگوں کا جو محبوبِ رب العالمین سے معانقہ کرتے تھے جس کے صرف جمالِ جہاں آرا کے بہ نگاہِ محبت دیکھنے سے تمام مراتب فنا و بقا کے طے ہو جاتے تھے۔

جس کو لگا لیا ہے گلے تُو نے مہ جبیں
آغوشِ حور بھی اسے بھاتی کبھی نہیں

یا رب صل وسلم دائما ابدا
علی نبیك خیر الخلق کلھم

شخص اقدس ظاہری مصطفوی خود ایک معجزۂ نمایاں تھا کہ باوجود معتدل القامت ہونے کے کیسے ہی لمبے آدمیوں میں مل کر بیٹھتے یا چلتے، سب سے سر بلند نظر آتے اور جیسا روبرو دیکھتے ویسا ہی پسِ پشت دیکھتے اور بول آپکا معطر ہوتا، بعضے عاشق پی گئے، اثرِ محبت سے وہ خوشبو مدت العمر ان کے منہ میں رہی، اور کبھی لختۂ ابر ((بادل کا ٹکڑا)) دھوپ میں آپ پر سایہ کر کے چلتا اور کبھی درخت کا سایہ فوراً اور طرف سے پھر کر جدھر آپ بیٹھتے ادھر ہو جاتا۔ اور حکیم ترمذی نے سنداً روایت کی ہے کہ دھوپ اور چاندنی میں جہاں آپ کی نہیں (۳) پڑا کی۔

---

(۳) ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس مقام پر کاتب سے کچھ الفاظ نقل ہونے سے رہ گئے ہیں واللہ ورسولہ اعلم۔ امام سیوطی کی کتاب ''الخصائص الکبری'' میں یہ روایت ''حکیم ترمذی'' کے حوالے سے دو مقام پر منقول ہے سطور ذیل میں ان دونوں مقام کی عبارات ترجمہ و تخریج کے ساتھ درج کر دی ہیں (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(۔۔۔پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ (۳)) ملاحظہ فرمائیں تاکہ حضرت مؤلف کا مدعا موقف قارئین واضح ہو سکے۔
پہلی حدیث: اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ((ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یکن یری له ظل فی شمس ولا قمر)) قال ابن سبع من خصائصه ان ظله کان لا یقع علی الأرض وأنه کان نورا فکان إذا مشی فی الشمس أو القمر لا ینظر له ظل قال بعضهم ویشهد له حدیث قوله صلی الله علیه وسلم فی دعائه ((واجعلنی نورا))
(الخصائص الکبریٰ ،ذکر المعجزات والخصائص، باب الآیة فی انه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لم یکن یریٰ له ظل، ج1،ص116، دار الکتب العلمیة ،بیروت)
ترجمہ: ''حکیم ترمذی نے ذکوان سے تخریج کی کہ سرورِ عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا سایہ نہ دھوپ میں نظر آتا نہ چاندنی میں۔ ابن سبع کہتے ہیں کہ حضور کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور آپ نور تھے پس آپ دھوپ یا چاندنی میں خرام فرماتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔ اور بعض علماء نے فرمایا کہ اس پر ایک یہ حدیث شاہد ہے کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنی دعا میں یوں عرض کیا ''یا اللہ مجھے نور بنادے۔''
دوسری حدیث: أخرج الحکیم الترمذی من طریق عبد الرحمن بن قیس الزعفرانی عن عبد الملک بن عبد الله بن الولید عن ذکوان ((ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یکن یری له ظل فی شمس ولا قمر ولا أثر قضاء حاجة))
(الخصائص الکبریٰ،ذکر المعجزات والخصائص ، باب الآیة فی فی حفظه صلی الله علیه وسلم من الاحتلام، ج1،ص122، دار الکتب العلمیة ،بیروت)
ترجمہ: ''حکیم ترمذی نے عبد الرحمٰن بن قیس زعفرانی از عبد الملک بن عبداللہ بن ولید از زکوان کی سند (مرسل) سے تخریج کی ہے رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا سایہ نہ دھوپ میں نظر آتا نہ چاندنی میں نیز آپ کی قضائے حاجت کا اثر بھی دکھائی نہیں دیتا تھا''۔
اس مسئلہ پر سیر حاصل تحقیق ملاحظہ کرنی ہو تو امامِ اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی ۳ کتب (۱) قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام علیه وعلی اله الصلٰوة والسلام ۔ (۲) نفی الفیء عمن اسننا رىنوره کل شیء صلی اللّٰه علیه وسلم۔ (۳) ھدی الحیران فی نفی الفیئی عن سید الاکوان علیه الصلٰوة والسلام الاتمان الاکملان اور غزالیٔ زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمة الله تعالیٰ علیه کے مقالات کی جلد نمبر ۴ مطبوعہ ملتان ملاحظہ کریں۔ (میثم قادری)

اور باوجودے کہ کمال تمکین ووقار سے چلتے مگر اور سب ساتھ چلنے والے بمشقت تمام ساتھ پہنچتے اور کہتے تھے کہ آپ کے قدموں کے نیچے زمین گویا طے ہوتی جاتی تھی اور آپکا پسینہ خوشبو کے سبب سے عطر کی جگہ مستعمل ہوتا اور جس گلی میں ہو نکلتے عنقریب آنیوالا اُس گلی کا آپ کی خوشبو پھیلنے سے جان لیتا کہ آنخضرت ادھر سے تشریف لے گئے ہیں، چنانکہ اہل دل لوگوں کو اب بھی مدینہ کی گلیوں سے کچھ اس کی مہک معلوم ہوتی ہے

((حضرت اویس قرنی کا عشقِ رسول))

اور ایک خوشبو آپ کی وہ تھی جس نے اویس قرنی کو یمن میں دیوانہ بنا رکھا تھا۔ جس دیوانگی سے انہوں نے بروزِ شہادت دندان مبارک آنخضرت کے اپنے سب دانت توڑ ڈالے، (۴)

---

(۴) حضرت ملا علی قاری رحمة الله عليه اپنے رسالہ "المعدن العدنی فی فضائل اویس القرنی" میں فرماتے ہیں: ازالة الوهم :ثم اعلم ان ما اشتهر على السنة العامة من ان اويسنا قلع جميع اسنانه لشدة احزانه حين سمع ان سن النبی (صلی الله عليه وسلم) اصيب يوم احد ولم يعرف خصوص ای سن كان بوجه معتمد "فلا اصل له عند العلماء" مع انه مخالف للشريعة الغراء ولذا لم يفعله احد من الصحابة الكبراء على ان فعله ان فعله هذاعبث لا يصدر الاعن السفهاء وكذا لا يثبت نسبة الخرقة النبوية اليه (المعدن العدنی فی فضائل اويس القرنی (عربی) صفحہ ۳۱ مطبوعہ جمعیت اشاعتِ اہلِ سنت، نور مسجد، کاغذی بازار، کراچی، پاکستان۔ طبع ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء) ترجمہ: "اور پھر یہ جاننا چاہیے یہ کہ جو عام عوام میں مشہور ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی الله تعالیٰ عنه نے جب یہ سنا کہ غزوہ اُحد کے دن رسول صلی الله عليه وسلم کے مبارک دانتوں کو زخم آئے تو شدت حزن وغم کی وجہ سے اپنے سارے دانت نکال دیے کیونکہ ان کو یہ معلوم نہ ہوا کہ نبی اکرم صلی الله عليه وسلم کے کون سے دانت کو تکلیف پہنچی ہے تو علماء کے نزدیک کوئی اصل نہیں ہے اور پھر یہ ہے بھی شریعت کے مخالف، کیونکہ صحابہ کرام علیهم الرضوان میں سے تو کسی نے بھی یہ کام نہ کیا اور پھر یہ ہے بھی عبث اور سوائے بے وقوفوں کے کسی سے صادر نہیں ہو سکتا اور ایسے ہی نبی اکرم صلی الله عليه وسلم کی خرقہ کی جو نسبت آپ رضی الله تعالیٰ عنه کی طرف کی جاتی ہے یہ بھی ثابت نہیں" (المعدن العدنی فی فضائل اويس القرنی (اردو ترجمہ) صفحہ ۳۱ مطبوعہ جمعیت اشاعتِ اہلِ سنت، نور مسجد، کاغذی بازار، کراچی، پاکستان) (میثم قادری)

پوچھا لوگوں نے کہ یہ کیا حرکت ہے، کہنے لگے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کی موافقت کرتا ہوں، لوگوں نے کہا کہ کہاں تم کہاں وہ، منازل دُور دسْت ((یعنی اتنی دور جہاں پہنچنا بہت مشکل ہو)) کی مسافت، یہ کیونکر معلوم ہوا کہ آج ان کا دانت ٹوٹ گیا، کہا جہاں وہ ہیں وہاں میں بھی ہوں۔ یہ اثر محبت کا دیکھیے کہ ان کی اولاد میں اب تک کسی کے دانت اور آدمیوں کے سے مسوڑھوں سے متجاوز نہیں ہوتے۔

مصاحبت چہ ضرور است آشنائی را
هنوز باد یمن محوِ نکهت عرب است

آنحضرت ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ یمن کی طرف سے مجھے اللہ کی خوش بُو آتی ہے اور حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عمر سے آپ نے فرمایا تھا کہ جب تم اس سے ملنا تو اپنے واسطے دعا کروانا، غرضیکہ ایک نَکْہَتِ احمدی وہ تھی جس پر صدیق اکبر اور علی مرتضیٰ جان دیتے تھے اور تمام مقربینِ ایزدی اولین و آخرین سب اس پر مَرتے تھے۔

تو بدیں جمال و خوبی برطور اگر خرامی
اَرِنِیْ بگوید آنکس کہ گفت لَنْ تَرَانِیْ

اور آنحضرت کے موئے مبارک اور لباس شریف کو پانی میں دھو کر پینے سے بہتیرے بیمار اچھے ہوا کیے اور جس طرح صندوق تبرکاتِ موسوی کو ساتھ لینے سے جسے تابوتِ سکینہ کہتے تھے، بنی اسرائیل کافروں پر جہاد میں غالب آتے تھے، ایک موئے مبارک کے پاس رکھنے سے خالد ابن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ کافروں پر غالب آیا کیے، چنانکہ اس موئے دلجو سے ایک بار یہ کرامت خدا نے دکھلائی کہ ساٹھ عرب ساٹھ ہزار آدمیوں پر غالب ہو گئے اور ان کافروں نے ہزیمت ((شکست)) اٹھائی اور آنحضرت کے لعابِ دہن سے کھاری کنواں میٹھا ہو گیا اور جو کبھی زمین کی طرف تھوکتے تو اجلۂ مہاجرین و انصار فرطِ محبت سے ہاتھوں ہاتھ لیتے اور زمین پر نہ آنے دیتے اور اس کے لینے پر اتنی مسابقت کرتے کہ بیگانہ آدمی جانتا کہ اس آبِ دہن پر تلوار چلا چاہتی ہے اور ایسی ہی محبت کی

بدولت ہر ایک ان میں سے مشرقستانِ خورشید معنی اور شیدستان تجلیاتِ الٰہی ہو گیا تھا، کہ اس کے آثار اب تک نمایاں ہیں۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا علی نبيك خير الخلق كلهم

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذرنے والے انبیاء نے آپ کی آمد کی خبریں دیں))

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توریت وانجیل میں آنحضرت کے واسطے دکھایا کہ میں اخوانِ بنی اسرائیل یعنی بنی اسمٰعیل سے ایک نبی مبعوث کروں گا مانند تیرے اے موسیٰ یعنی صاحبِ والدین اور صاحبِ زن وفرزند اور صاحبِ جہاد اور صاحبِ سیاسات اور تعزیرات اور صاحبِ وفات برفراش اور غیر راجع بدار العمل بعد وفات اور اپنی امت میں ملقب بعبد اللہ ورسول اللہ اور جو اس نبی کی بات نہ مانے گا اس سے مواخذہ کیا جائے گا یعنی وہ مواخذہ جو ہر نبی کے منکروں سے نہیں ہوتا رہا ہے، یعنی صرف غیبی مواخذہ نہیں، بلکہ مواخذہ شرعی کیا جائے گا جس کو عیسیٰ مریم نے فرمایا: کہ ''میں اپنے منکروں کو سزا دینے کو نہیں آیا ہوں، ان کا سزا دینے والا ایک ہی ہے جو آخر زمانہ میں ہوگا'' اور حواریانِ عیسوی بعد چلے جانے حضرت عیسیٰ کے اس جہاں سے توریت کی خبر کی یوں شرح کرتے تھے کہ ''عیسیٰ مسیح ضرور ہے کہ آسمان پر روکا جائے، یہاں تک کہ پوری ہولے وہ بات جو نبیوں کی معرفت ہم تک پہنچی ہے کہ موسیٰ نے ہمارے باپ داداؤں سے کہا ہے کہ اخوانِ بنی اسرائیل سے ایک نبی مبعوث ہوگا اور اسی واسطے عیسیٰ مسیح اولاً مبعوث ہوا'' اور حضرت داؤد علیہ السلام نے اس طرح پر خبر دی کہ انکے حق میں خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''تو حُسن میں سب بنی آدم سے افضل ہے، تیری ہونٹوں سے نعمت جاری ہے، تُو اپنے جاہ وجلال سے تلوار اپنی ران پر لٹکا، تُو اقبال مندی سے سوار ہو، تو حکومت کر، تیرا داہنا ہاتھ ہیبت ناک کام دکھائے گا، بادشاہوں کے دلوں میں تیرے تیر تیزی کریں گے، لوگ تیرے سامنے ہزیمتیں

اُٹھائیں گے، بادشاہوں کی بیٹیاں تیرے اہلبیت میں داخل ہوں گی اور دولتمند لوگ تجھے ہدیہ بھیجیں گے'' اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ ''بہت قومیں اس سے سزا پائیں گی اور اس کے لوگ اللہ کے نام پر وجد و سماع کریں گے'' چنانکہ حضرت امام یافعی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نے حضرت جنید رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے حال میں نقل کیا ہے کہ ''ایک بار اثنائے سفر میں کسی دامنِ کوہ ((پہاڑ سے ملے ہوئے میدان، وادی)) میں حضرت جنید باچند یاران صحبت وارد ہوئے اور ان میں سے کسی کی گرویدگی پر وجد سماع ہوا، ایک درویش نصرانی جو وہیں کہیں رہتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر مسلمان ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے امت نبی آخرالزمان کی یہ نشانی اپنی کتابوں میں پائی ہے اور حضرت داؤد نے ان کی نشانی فرمائی ہے کہ اُن کے گلوں میں ذکرِ الٰہی اور ہاتھوں میں تلوار ہوگی''۔ جیسا کہ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؂

بہ تکبیر مردان شیر زن
کہ مردو غارا شمارند زن

اور حضرت اشعیا نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ''وہ ان لوگوں کو جن کے برتنوں میں سور کا شوربا ہے، ذلیل کرے گا اور فرمایا کہ جب تک حکومت نہ کرلے گا نہ گھٹے گا اور اس کی بدولت خدا کی ثنا خوانی پھیلے گی۔ یعنی وہ ثنا خوانی پھیلے گی جو آگے کبھی نہیں پھیلی تھی۔ بت پرست لوگ اس کے سامنے سے ہزیمتیں اُٹھائیں گے، اس کے عہد میں غیر خدا پرستی کی موقوفی پھیلے گی بلندیوں پر، پہاڑ کی چوٹیوں پر بڑائی کی جائے گی'' اور حضرت عیسیٰ صاحب الانجیل ''انجیل'' میں خوشخبری دیتے ہیں کہ ''آسمانی بادشاہت آنے والی ہے اور وہ پہلے مانند ایک بودی گھاس کے اُگے گی پھر بڑھتے بڑھتے پھر مانند ایک درخت کے ہو جائے گی کہ پورب پچھّم سے لوگ آکر اس میں ہم نشین ابراہیم اور یعقوب کے ہونگے'' اور اس بادشاہت کے یعنی اپنی امت کے لوگوں کی نسبت اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ اس بادشاہت میں داخل نہ ہوں گے اور میں اس خاندانِ بنی اسرائیل سے چھین لیا جاؤں گا اور اُسی آنے والی

بادشاہت کو دیا جاؤں گا اور میرے ہاتھ سے آخر زمانہ میں اس بادشاہت کے رواج کی تکمیل ہوگی اور دوسرے مقامات پر فرمایا کہ "میرے بعد آنے والا بڑا سراہنے والا اور بڑا سراہا گیا اور شفاعت کرنے والا اور تسلی دینے والا اور کارساز اُمت کا ہے، پر جب تک میں نہ جاؤں گا وہ نہ آئے گا اور جب وہ آئے گا تو میرا منصب پائے گا یعنی بہ پیکرِ بشری ظاہر ہوگا اور یہ جو میں نے کہا کہ میرا منصب پائے گا تو اس واسطے کہا کہ جو کچھ اللہ کا ہے سو میرا ہے، اور وہ سرورِ عالم ہوگا۔ اسی کے نام سزادہی کا فرمان جاری ہوا ہے اور میرے تار و پود وجود سے اس کو کچھ علاقہ نہیں ہے اور میری بات بھول جانے والوں کو میری بات یاد دِلائے گا اور میرے منکروں کو بحکومت و حاکمیت توبیخ اور سرزنش کرے گا اور جس طرح تم اے حواریو! میری گواہی دیتے ہو، اسی طرح وہ بھی گواہی دے گا اور میری بزرگی ظاہر کرے گا"۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا
علی نبیك خير الخلق كلهم

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ عالی کا بیان))

حضرت سرورِ کائنات نے کلمتہ اللہ بلند ہونے کے لئے سینکڑوں طرح کی مصیبتیں اُٹھائیں اور کبھی خلافِ حق نہ کیا۔ اگرچہ ہر وقت مارے جانے کا سامان مہیا رہتا تھا اور کئی بار راہ چلتے میں پتھروں کی مار کھائی، کانٹے راستہ میں بچھائے گئے، اونٹ کا اوجھ ((اوجھڑی)) نماز کے اندر آپ کے سر پر ڈالا گیا، آئے دن فاقے کئے، وطن چھوڑا،۔۔۔کبھی نیند بھر کر نہیں سوئے، خدا کی بندگی میں پاؤں سُوجائے، گُرسنگی ((بھوک)) کی شدت سے اکثر پتھر پیٹ پر باندھے اور موٹی چادروں اور روکھی جو کی روٹیوں پر اکثر اوقات گذارنی ((گذاری))، کبھی آرام وچین نہ اُٹھایا، نرم بچھونے پر نہ سوئے، مزے کا کھانا کبھی نہ پایا۔

اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں
اس اک عشق میں اُس نے کیا کیا نہ دیکھا

کوڑی پیسا کبھی گھر میں نہ رکھا، شام تک ایک پیسے کا رہ جانا بھی گھر میں منظور نہ فرماتے، آپ اکثر بھوکے رہے، اپنا کھانا اوروں کو کھلادیا،۔۔۔اپنا کپڑا اوروں کو دے دیا۔

سب کی خبر گیری کرتے اور سب پر ہی شفقت فرماتے کہ ہر ایک بیکس آپ کو اپنا باپ جانتا، بُڑھیا بیواؤں کا کام بازار کا کر دیتے، یتیم پر اتنی شفقت فرماتے کہ وہ نہ جانتا کہ اس شخص کا باپ مرگیا ہے۔ قرض داروں کو قرض کے بار ((بوجھ)) سے سبکدوش کر دیتے اور اپنے قرض خواہ کی دُرُشت گوئیوں ((سخت کلامیوں)) پر غصہ نہ ہوتے، بلکہ جو کوئی دُرُشت گو ((سخت کلام کرنے والے)) پر غصہ کرتا اُس پر آپ غصہ ہوتے، وحشی موذی جانوروں کو دانہ پانی دیتے، پالتو جانوروں کی سفارش ان کے مالکوں سے کیا کرتے اور فرماتے کہ ہر جاندار کی راحت رسانی میں اجر وثواب ہے، موذی واجب القتل کے مارنے کے بھوکا پیاسا کر کے روادار نہ ہوتے اور غیر موذی جانور جو کھایا نہیں جاتا، اس کے مارنے کو منع کرتے اور ایذا دہی کو عموماً سب جانوروں کی نسبت ممانعت فرماتے۔ کبھی مجلس میں اپنے ہم نشین کے آگے پاؤں نہ پھیلاتے، کسی کے آگے زانو بڑھا کر نہ بیٹھتے۔ جس کسی سے بات کرتے پوری متوجہ ہو کر بات کرتے اور جب تک طرفِ ثانی بات اپنی نہ تمام کر لیتا اس کی طرف سے منہ نہ پھیرتے، اپنی سواری کے ساتھ کسی کے پیادہ ((پیدل)) چلنے کے روادار نہ ہوتے، اپنے لیے تواضعاً اُٹھنے کو منع کرتے، کام میں غلاموں کے شریک ہوتے، سفر میں غلام کی اور اپنی باری سواری کے برابر رکھتے، جن کو دنیا دار لوگ رذیل جانتے، اُن کو اپنے ساتھ ایک برتن میں کھانا کھلاتے اور برابر اپنے بٹھلاتے اور، اور لوگوں کے لونڈی غلام سائیس ((گھوڑے کی دیکھ بھال کرنے والے)) خدمت گار کی تیمارداری خود بنفسِ نفیس فرماتے۔

یارب صل وسلم دائما ابدا — علی نبیك خیر الخلق کلهم

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت سے محبت))

کتبِ حدیث میں لکھا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سخن "فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانك غفور الرحیم" یاد کیا یعنی حضرت ابراہیم نے مناجات کی تھی، اپنے رب سے اپنی

امت کے لیے اسطرح پر کہ ''بار خدایا جس نے میری پیروی کی سووہ میرا ہوا یعنی وہ تو یقیناً بخشا جائے گا اور جس نے نافرمانی کی سوتو غفور الرّحیم ہے یعنی وہ مستحق بخشش کا نہیں ہے مگر یہ کہ تیرے کرم سے کچھ بعید نہیں ہے''، بعداس کے حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلواۃ والتسلیمات نے یاد کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سخن ''اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُكَ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَھُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ''۔ یعنی حضرت عیسیٰ نے مناجات کی اپنی امت کے لیے اس طرح پر کہ ''بار خدایا اگر تُو ان کو عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو بخش دے سوتو زبردست حکمت والا ہے''، ان دونوں آیتوں کی تلاوت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم روئے کہ بار خدایا! ''امتی امتی'' یعنی ابراہیم اور عیسیٰ نے اپنی اپنی امتوں کے لیے دعا کی میں اپنی امت کے لئے روتا ہوں، اس پر وحی الٰہی ہوئی کہ میں تجھے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خوش ورضامند کروں گا۔ تجھ کو تیری امت کے باب میں ہرگز ہرگز غمگین نہ ہونے دوں گا''، سواور حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہرگز راضی نہ ہوں گا جب تک کہ ایک آدمی بھی میری امت کا دوزخ میں رہے گا۔

((بروزِ قیامت سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی شفاعت فرمائیں گے))

اور احادیثِ صحیحہ میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب عرصۂ محشر میں سب آدمی شدائد اور مصیبتوں سے بہت تنگ اور عاجز ہوں گے تو حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ تم ہمارے سب کے باپ ہو، ہماری شفاعت رب العالمین کے حضور میں کرو، حضرت آدم کہیں گے نَفْسِی نَفْسِی یعنی مجھے اپنی جان کی فکر پڑی ہے، میں نے ایک لغزش خدا کی کی ہے اس کا مجھے بہت اندیشہ ہے، تم نوح کے پاس جاؤ۔ سب آدمی حضرت نوح کے پاس آئیں گے اور درخواست

شفاعت کی کریں گے، وہ بھی کہیں گے نَفْسِی نَفْسِی میری ایک بد دعا سے بندگانِ خدا لاکھوں ہلاک ہو گئے ہیں، اس کا مجھے اندیشہ ہے، تم ابراہیم کے پاس جاؤ۔ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہو کر شفاعت اپنی چاہیں گے وہ بھی یہی جواب دیں گے کہ نَفْسِی نَفْسِی میں نے تین باتیں ایسی کی ہیں کہ ان میں بیک معنی شبہ کذب کا ہوتا ہے، مجھ کو اندیشہ ہے، تم موسیٰ کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت موسیٰ کے پاس آکر درخواست شفاعت کی کریں گے، وہ بھی کہیں گے نَفْسِی نَفْسِی مجھ سے ایک شخص کا بلا قصد خون ہو گیا ہے، مجھے اس کا اندیشہ ہے، تم عیسیٰ کے پاس جاؤ۔ سب آدمی حضرت عیسیٰ کے پاس آئیں گے۔ وہ بھی فرمائیں گے نَفْسِی نَفْسِی مجھے میری امت نے خدا ٹھہرایا ہے، مجھے اس کی شرم آتی ہے، میں اقدام شفاعت پر نہ کروں گا، تم سب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے پاس جاؤ، یہ منصب اُنہیں کا ہے۔ سب آدمی حضرت کے حضور میں آئیں گے اور درخواست شفاعت کی کریں گے، آنحضرت اس کام کی حامی بھریں گے اور فرمائیں گے کہ البتہ! مجھ ہی کو خدا نے اس منصب کی سرفرازی عنایت فرمائی ہے، پھر متوجہ ہوں گے رب العالمین کی طرف اور سجدہ کریں گے اور حمد و ثنا اس کی ادا کریں گے۔ جنابِ احدیت سے حکم ہوگا کہ سر اُٹھاؤ سجدہ سے اور مانگو جو کچھ مانگتے ہو، جو مانگو گے عنایت کروں گا اور سفارش کرو جس کی سفارش چاہو، تمہاری سفارش قبول ہوگی۔ اس پر آنحضرت سب کی شفاعت فرمائیں گے اور پھر اس وقت دروازہ شفاعت کا کھل جائے گا اور آنحضرت کی بدولت شفاعت عام ہو جائے گی اور جس نے حضرت عیسیٰ کو نہیں مانا اس کی ہرگز شفاعت نہ ہوگی اور ہر نبی اپنی امت کی شفاعت کروائے گا اور ہر ایک مقربِ بارگاہِ ایزدی اپنے نیاز مند گناہ گار کی شفاعت کروائے گا، یہاں تک خداوند تعالیٰ شفاعت کرانے والے لوگوں کو حکم دے گا کہ جس کے دل میں برابر ذرہ کے ایمان سمجھو اس کو دوزخ سے نکلوالو، بعد اسکے شفاعت کرانے والے عرض کریں گے کہ ہماری دانست میں اب تو کوئی شخص دوزخ میں ایسا نہیں رہا جس کے دل میں ذرہ بھی ایمان ہو اس وقت رب العالمین ازروئے رحمتِ کاملہ

فرمائے گا کہ سب لوگ شفاعت کرا چکے، صرف میں باقی ہوں اب میں نکالوں گا دوزخ سے اُن لوگوں کو جن کے دل میں صرف اسی قدر بھلائی ہے جس کو کہ لوگ جانتے ہیں کہ کچھ نہیں ہے سو اللہ تعالیٰ بلا شفاعتِ خاص کسی کے ان لوگوں کو دوزخ سے نکال لے گا اور وہ آزاد کردگانِ خدا کہلائیں گے اور فرمایا آنحضرت نے کہ قیامت کو آدم اور تمام اولاد ان کی میرے جھنڈے کے نیچے ہوگی اور وہ جھنڈا علی المرتضٰی کے ہاتھ میں ہوگا۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا　　علی نبیك خیر الخلق كلهم

((صحابہ کے عشقِ رسول کے ایمان افروز واقعات))

ایک شخص نے حضرت سرورِ کائنات کے حضور میں التماس کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آنحضرت نے پوچھا تُو نے قیامت کے لیے کیا سامان کر رکھا ہے؟ اُس نے کہا کہ میرے پاس قیامت کا سامان کچھ نہیں ہے مگر خدا اور رسول سے مجھ کو محبت ہے، آنحضرت نے فرمایا ''المرء مع من احبَّ'' یعنی آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھتا ہے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ بعد مسلمان ہونے ((کے)) ہم کو اتنی خوشی اسلام کے سوا کسی بات پر نہیں ہوئی جتنی خوشی آنحضرت کے اس فرمانے سے ہوئی کہ ''المرءُ مع من احبَّ'' اور اسی طرح ایک بار اور ایک شخص کے کہنے پر فرمایا کہ جو شخص جس سے محبت رکھتا ہے، وہ اسی کے ساتھ ہوگا۔ سو صحابہ مقربین حضرت سرورِ کائنات علیه الصلواة والتسلیمات کے عاشقِ زار تھے،

((حضرت ثوبان رضی اللہ عنه کا واقعہ))

چنانکہ حضرت ثوبان وائل رضی اللہ تعالیٰ عنه کے حال میں لکھا ہے کہ وہ ایک بار دن بدن زار ولاغر ہونے لگے اور روز بروز زرد ہوتے جاتے۔ ایک دن حضرت محبوبِ رب اللعالمین نے ان سے پوچھا، تمہارا یہ کیا حال ہے؟ تم کو کیا بیماری ہے؟ انہوں نے کہا مجھ کو کوئی بیماری نہیں مگر میں اس غم میں مرتا ہوں کہ آپ کو اگر میں نہیں دیکھتا ہوں تو بے قرار ہوتا ہوں، سو قیامت کو اگر میں بخشا گیا اور بہشت میں بھی گیا تو بھی آپ جو اور پیغمبروں کے

ساتھ بہت اعلیٰ مقام پر ہونگے میں آپ کو کیوں کر دیکھوں گا اور وائے برحالیکہ نہ بخشا گیا تو فراقِ ابدی میں مبتلا رہوں گا، اسی فکر کی مجھے بیماری ہے۔ اُس پر ان کے تسکین کے لیے آنحضرت نے فرمایا: کہ ''جس نے اللہ اور رسول کی پیروی کی وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کے ساتھ ہوگا''

((حضرت خثیمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ))

اور حضرت خثیمہ ایک صحابی ہیں کہ غزوۂ تبوک میں آنحضرت کے ساتھ نہ گئے تھے اور اُن کا ارادہ یہ ہوا کہ کل پرسوں چل کر راستہ میں آپ سے مل لوں گا اس دن دوپہر کے قریب اپنے گھر میں آئے، اُن کے گھر میں ایک درخت تھا، بہت سایہ دار اس کا سایہ بہت ٹھنڈا تھا اور پانی سرد رکھا ہوا تھا اور کھانا تیار اور ان کی دو بیبیاں تھیں ان کی چھپر کھٹیں بچھی ہوئیں انہوں نے اپنے تئیں آراستہ بھی کر رکھا تھا۔ حضرت خثیمہ نے یہ کیفیت دیکھی سب سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ رسول اللہ دھوپ اور لو ((گرم ہوا)) میں چلے جاتے ہوں گے اور میں اس آسائش میں ہوں یہ مجھ سے نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر گھر سے نکلے اور کھانا بھی نہ کھایا اور کچھ ساتھ بھی نہ لیا اور چل کھڑے ہوئے

((ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ))

اور ایک عورت انصاریہ جنگِ اُحد کے روز معرکہ قتل گاہ میں جو آئی تو پہلے خاوند کی لاش دیکھی، پھر بیٹے کی، پھر باپ کی، پھر بھائی کی ان سب کی لاشیں دیکھ کر کہ سارا گھر قتل ہو گیا، بے اختیار ہو کر پوچھنے لگی کہ لوگو! رسول اللہ کی خبر کہو، وہ تو بخیریت ہیں؟ لوگوں نے کہا، وہ بخیریت ہیں، اس نے کہا مجھے ان تک پہنچا دو، وہاں پہنچی، آنحضرت کو دیکھا کہ اچھی طرح ہیں، بے اختیار رونے لگی اور کہنے لگی کہ آپ کی سلامتی درکار ہے، سب آپ پر نثار ہوئے، اچھا ہوا۔

((خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ))

اور ایک بار آنحضرت نے مال صدقہ کرنے کو فرمایا: ابوبکر صدیق کہ دولت مند آدمی

تھے اپنے گھر کا بالکل نقد وجنس اُٹھا کر تصدّ ق ((صدقہ)) کر دیا ایک جبہ کمل کا پہن کر اسکو کانٹے سے اٹکا کر آنخضرت کے حضور میں آئے۔ آنخضرت نے پوچھا کہ اپنے اہل وعیال کے لیے تم نے کیا رکھا، انہوں نے عرض کیا کہ صرف اللہ اور اللہ کے رسول کو۔ اہل حدیث لکھتے ہیں کہ حضرت جبرئیل اس وقت نازل ہوئے اور کہا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابو بکر سے پوچھو کہ اس حالت میں ہم سے خوش ہے یا نہیں۔ آنخضرت نے صدیقِ اکبر سے اس پیغام کو کہا، ان کو وجد ہوا اور بار بار کہنے لگے کہ میں اپنے پروردگار سے راضی وخوش، میں اپنے پروردگار سے راضی وخوش۔

((خلیفہٗ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللّٰہ عنہ کا وصال حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی جدائی کے غم کی وجہ سے ہوا))

اور عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابو بکر کی موت کا سبب کچھ نہیں تھا سوائے دردِ فراقِ رسول اللہ کے اور ایک بار آنخضرت نے ایسا کلمہ فرمایا جس سے یہ بات بوجھی جاتی تھی کہ ابو بکر صدیق بعد آنخضرت کے جیتے رہیں گے، اس پر ابو بکر داڑھ مار کر رونے لگے کہ آیا یہ روزِ سیاہ بھی ہمارے واسطے ہوگا کہ آپ نہ ہوں گے اور ہم جیتے رہیں گے

((خلیفہٗ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ))

اور ایک بار آنخضرت اپنے ازواجِ مطہرات سے کچھ خفا ہوئے تھے حضرت عمر حقیقتِ حال دریافت کرنے کو آنخضرت کے پاس آئے، آنخضرت بالا خانے پر تھے اور ایک دربان زینے پر بیٹھا تھا عمر بن خطاب نے اجازت آنے کی چاہی، دربان نے کچھ جواب نہ دیا، حضرت عمر نے باٰوازِ بلند کہا کہ میں اپنی بیٹی کی سفارش کے واسطے نہیں آیا ہوں، واللّٰہ۔ اگر حکم ہو تو ابھی اس کا سر کاٹ لاؤں؟ آنخضرت نے بُلا لیا اور باتیں کرنے لگے۔ صلح حدیبیہ میں جو بعض باتیں عہد نامے میں آنخضرت کی طرف سے ایسی لکھی گئی تھیں کہ فی الجملہ بظاہر موجب کسر شانِ اسلام تھیں حضرت عمر کو یہ بے چینی اور بے قراری ہوئی جس کا بیان نہیں ہوسکتا

((خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا واقعہ))

اور حضرت عثمان جو آنحضرت کی طرف سے سفیر ہو کر کفارِ مکہ کے پاس گئے انہوں نے ان سے کہا کہ تم یہاں آئے ہو حج کر لو حضرت عثمان نے باوجودے کہ حج کرنا واجب تھا نہ کیا اور کہا کہ بغیر رسول اللہ کے حج کرنا خوش نہیں۔۔۔۔

((خلیفۂ چہارم حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کا واقعہ))

اور حضرت علی مرتضٰی کے زانو پر آنحضرت سر رکھ کر سو گئے اور سوتے رہے یہاں تک کہ آفتاب ڈوب گیا اور جناب امیر نے اگرچہ نمازِ عصر کی نہ پڑھی تھی، مگر آنحضرت کا جگانا گورانہ کیا اور نماز قضا کی اور اسی صلح نامہ حدیبیہ میں جو آنحضرت کے نام پاک کے ساتھ ''رسول اللہ'' کے لفظ کا کافروں نے لکھا رہنا منظور نہ کیا، سو آنحضرت نے علی مرتضٰی سے کہا کہ اس لفظ کو کاٹ دو، جناب امیر نے قلم ہاتھ سے رکھ دیا کہ مجھ سے یہ لفظ نہ کاٹا جائے گا پس آنحضرت نے خود ہی بوجہ اعجاز اس لفظ پر انگلی رکھدی کہ وہ محو ہو گیا۔

((مشرکین بھی صحابہ کو حضور کی تعظیم کی وجہ سے مشرک کہتے تھے اور وہابیہ دیوبندیہ بھی اہلِ سنت کو کو حضور کی تعظیم کی وجہ سے مشرک کہتے ہیں))

بالجملہ! رسول اللہ کے ساتھ عشق بازی کی صحیح حکایتیں صحابہ کی کہاں تک لکھی جائیں اس کا کچھ پایاں ((انجام)) نہیں، خلاصہ یہ کہ مشرکین طعنہ دینے لگے صحابہ کو کہ تم بھی تو شرک کے پاس آ لگے ہو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کیا چاہتے ہو۔

یا رب صل و سلم دائما ابدا علی نبیك خیر الخلق کلھم

((اس دنیا کے کثیر حصے پر امتِ محمدیہ کی حکومت رہی ہے))

اور جیسا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے بتلاوت وحی الٰہی فرمایا تھا کہ ''اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے اے مسلمانو! کہ تم میں سے بعض نیکو کاروں کو بادشاہ کر دے گا جیسا کہ اگلوں کو بادشاہ کیا اور جس دین کو تمہارے لئے برگزیدہ کیا ہے اس دین کو جما

دے گا، سو ویسا ہی ہوا کہ تیس پینتیس برس کی مدت میں منجملہ ربع مسکون قریب یک ربع بلکہ زائد اس سے بحسابِ کسر خلفائے راشدین کے حوزۂ اقتدار میں آ گیا اور اسطرح پر آ گیا کہ اگلی حکومتوں کا نام ونشان بھی نہ باقی رہا، شہنشاہی فارس کی بالکل منعدم ہو گئی اور شہنشاہی فرنگستان کی نہایت مبتذل ہو گئی ہے کہ اس کمیت اور کیفیت اور اس صفت اور حیثیت کے ساتھ از آدم تا ایں دم کبھی کسی کے واسطے نہیں ہوا۔ چنانکہ عالم کی صحیح تاریخیں گواہ ہیں اور جس طرح پر حضرت سرورِ کائنات نے بتلاوت وحی الٰہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دینِ حق لے کر بھیجا کہ سارے دینوں پر غالب کر دے، ویسا ہی ہوا کہ ملکِ فارس اور اندلس جسے سپین کہتے ہیں، بلکہ جزائرِ خالدات سے لے کر کہ یہی ربع مسکون کی حدِ غربی ہے جزائرِ شرقیہ چین تک کہ یہی ربع مسکون کی حدِ شرقی ہے اور سواحل جنوبیۂ افریقہ کیپ اور زنگبار وغیرہ جزائرِ جنوبیہ ہندوستان کہ یہی سب ملکر حدِ جنوبی ربع مسکون کی ہے لے کر اقصائے اقلیم ششم اور کہیں اقصائے اقلیم ہفتم تک کہ یہی حدِ شمالی آبادی متعد بہ ربع مسکون کی ہے کمتر کوئی جگہ بڑے صوبہ کے موافق جو کہ خوب آباد اور سیر حاصل ہو، باقی رہی ہو گی کہ مسلمانوں نے ہزار گیارہ سو برس کے اندر وہاں حکومت نہیں کی، خواہ بلا واسطہ اور خواہ درواسطہ گو کہ کہیں شعائرِ اسلامیہ بخوبی جاری کیے ہوں اور کہیں صرفِ زرِ نعل بندی لینے پر اکتفا کیا ہو، شہنشاہی فرنگستان کے حق میں فرمایا تھا۔ ''**اذا هلك قيصر فلا قيصر**'' یعنی ''جب برباد ہو جائیگی وہ شہنشاہی میری امت کے ہاتھ سے پھر وہ کبھی نہ سنبھلے گی''، چنانکہ اس کا اِبتذال ((زوال)) خلفائے راشدین کے عہد سے شروع ہوا اور ان کا بڑا ملک سیر حاصل یعنی ایشیائے روم جسکا پانسو کوس کا طول اور کچھ کم پانچ سو کوس کا عرض ہے اور وہیں سارے ملوکِ فرنگ کا معبد واقع ہے، اول ہی وَہْلَہ ((حملہ)) میں چھین لیا گیا چنانکہ حضرت عثمان کے وقت میں شہنشاہ فرنگستان ایک بار سات سو جہاز جنگی لے کر سواحلِ افریقہ پر آیا، خلیفہ کی طرف سے کچھ جہاز جنگی کہ شوکت اور مہارتِ جنگ میں بہت کم تھے، سو شہنشاہ کو سوائے ہزیمت کچھ نہ ملا اور بعد اس کے وہ شہنشاہی ترکوں کے ہاتھ سے ایسی بے نام و

نشان ہوئی کہ اب کئی سو برس سے اس کا نام بھی نہیں باقی اور کئی بار تمام ملوکِ فرنگ کُلُّھُمْ اَجْمَعِیْن لاکھوں سپاہیوں کی فوجوں سے یکجا، ہوکر مسلمان ترکوں سے لڑے کہ انکو روم سے نکال دیجئے اور معبد اپنا چھین لیجیے معہذا آخر کار شکستیں کھائیں اور ہزیمتیں اُٹھائیں اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر آئیں گے تو اس بادشاہت کا ازسرِ نو رواج ہوکر اس کی تکمیل ہو جائے گی اور جس طرح آنحضرت نے یہ سب کچھ فرمایا تھا۔ اسی طرح یہ بھی فرمایا تھا چنانکہ بعض صحاح میں لکھا ہے کہ ''ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ مخالفین اسلام کے اہلِ اسلام پر غالب آئیں گے اور اُن کا غلبہ بہت بڑھ جائے گا لوگوں نے عرض کیا کہ اس زمانہ میں شاید ہم لوگ یعنی مسلمان بہت کم رہ جائیں گے، اس جہت سے ہمارے مخالف ہم پر غالب ہونگے، آنحضرت نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوگا یعنی تم لوگ کم نہیں ہو گے۔ بلکہ اب سے زیادہ ہو گے۔ اب تو سینکڑوں ہزاروں ہو، اُس زمانہ میں لاکھوں کروڑوں ہو گے۔ بلکہ یہ اس طرح پر ہوگا کہ تمہارے دلوں میں دنیا کی محبت اور موت کا ڈر سما جائے گا''۔ اور اس پیشین گوئی کا ظہور کچھ تو پانسو برس ((پانچ سو سال)) کے بعد ہوا تھا مگر ظہورِ کامل اہلِ فرنگ کے ہاتھوں بعد ہزار گیارہ سو برس کے نمودار ہوا اور بخاری شریف وغیرہ میں وارد ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ قیامت نہ آئے گی جب تک کہ اہلِ روم یعنی اہلِ فرنگ تمام دنیا کے لوگوں سے زیادہ نہ ہولیں یعنی حکومت اور بادشاہت میں۔ فرمایا تھا کہ اہلِ روم یعنی اہلِ فرنگ وہیرے مزاج والے ہیں آخر زمانہ میں عروج پکڑیں گے چنانکہ ''جامع صغیر'' میں منقول ہے۔ سو اس سب کا ظہور دو اڑہائی سو برس سے شروع ہے اور اب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا   علی نبیك خیر الخلق کلهم

صرف آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم ہی کے دھیان کے استغراق میں خدا کی فرطِ محبت یعنی عشقِ الٰہی حاصل ہوتا ہے اور حاصل ہونا کمال عشقِ الٰہی کا ازروئے تجربہ آپ ہی کی محبت اور آپ ہی کے دھیان کے استغراق پر منحصر ہے۔

((امتِ محمدی کے اولیاء کرام کی کرامات کا بیان))

اور آپ ہی کے ساتھ محبت رکھنے کی یہ تاثیر ہے کہ آدمی خالص بندہ خدا کا ہو جاتا ہے یعنی مرتبہ ''کنت سَمْعَهُ الذی یَسْمَع بہٖ و بَصَرَهُ الذی یَبْصُرُ بہٖ'' کو پہنچتا ہے کہ جب تک وہ مرتبہ حاصل ہو تب تک بندہ پورا بندہ نہیں ہوتا اور آپ ہی کی محبت سے یہ ہوتا ہے کہ نظروں میں سارے عالم کا طمطراق ایک طلسم کا کارخانہ ٹھہر جاتا ہے جو باتیں بزرگی کی انبیائے سابقین سے ہوئیں، وہی باتیں یا ویسی ہی آنحضرت کے ساتھ محبت رکھنے والوں سے بھی ہوئیں یعنی جس طرح حضرت ابراھیم پر آتشِ نمرودی نے اثر نہیں کیا بعض درویشانِ امتِ محمدی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم بمقابلۂ بعض ائمۂ ضلالت آگ میں گھس گئے اور رُونگٹا ((بدن کا بال)) بھی نہ میلا ہوا اور بہتیرے درویشانِ اُمتِ محمدی مانند حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سطحِ دریا پر چلے ((چلتے)) گئے اور جسطرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے جمادی حیوان ہو جاتا تھا، اسی طرح بہتیرے اولیاء اللہ کی کرامت سے جمادات میں جان پڑ گئی اور جس طرح ید بیضا تھا اسی طرح بہتیروں کے ساتھ ہر وقت مانند قرص آفتاب کے ایک روشنی رہا کی کہ شبِ تار برابر اُن کے روبرو مانند روزِ روشن کے ہوا کی اور جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آخر زمانہ میں انکے چہرہ مبارک پر نگاہ کرنے کی تاب کسی کو نہیں ہوتی تھی، اسی طرح بعض اولیاء اُمتِ مصطفویہ کے چہرۂ مبارک کے دیکھنے سے بے اختیار ہو کر آدمی سجدہ کیا کئے اور احیائے میت بھی بہتیروں سے ہوتا رہا ہے اور سینکڑوں کوس کی بات سن لینا اور بیماروں کو فوراً ہاتھ لگاتے یا ہونٹ ہلاتے چنگا کر دینا، یہ تو سینکڑوں سے ہوتا رہا۔ اور دعوتِ خلق الی الحق مقتدرانہ کرنا اور انذار و تبشیر پیغمبرانہ فرمانا بھی بہتیروں سے ہوا کیا۔

یا رب صل وسلم دائما ابدا ‏ على نبيك خير الخلق كلهم

((حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک حلیہ کا بیان))

صاحبِ ''جامع ترمذی'' رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ نقل کرتا ہے کہ حضرت سبطِ اکبر جناب حسن ابن علی علیہما السلام (۵) فرماتے تھے کہ میں حلیہ شریف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے خوب دریافت کرنے کا ہمیشہ مشتاق رہتا تھا کہ اپنے دل کو اس سے اٹکاؤں، سوائمہ حدیث رحمھم اللّٰہ تعالیٰ باسنادِ متصلہ اجلہ صحابۂ کرام سے اسطرح پر نقل کرتے ہیں۔ ''کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ وسلم احسن الناس وجھاً فخماً مضخماً یتلا لؤ وجھہ تَلَا لُؤَ القمر لیلۃ البدر لو رأیتہ لقلت الشمس طالعۃ''۔ ''تھے رسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم سب سے زیادہ خوبصورت اور شاندار چمکتا تھا چہرہ مبارک جیسے چودہویں رات کا چاند، اے دیکھنے والے! اگرتُو دیکھنا چاہتا کہ آفتاب نکلا ہے رنگ آپ کا جو روشن تھا سو بانمک تھا اور اس میں سرخی کی دمک''۔

---

(۵) امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ سے سوال ہوا کہ ''شرعاً انبیاء ومرسلین و ملائکہ ومقربین کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' اور صحابہ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' اور اولیاء وعلماء کے ساتھ ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہنے کا کیا حکم ہے، ہر ایک کے لیے یہ الفاظ تخصیص کے ساتھ خاص کردیے گئے ہیں یا جس کے نام کے ساتھ جو الفاظ چاہیں کہہ سکتے ہیں؟''

اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''صلوٰۃ وسلام بالاستقلال انبیاء وملائکہ علیھم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے نہیں، ہاں بہ تبعیت جائز ہے جیسے اللّٰھم صل وسلم علیٰ سیدنا و مولٰنا محمد و علیٰ اٰل سیدنا و مولٰنا محمد۔ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے لیے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہا جائے، اولیاء وعلماء کو ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم'' یا ''قدست اسرارھم'' اور اگر ''رضی اللہ تعالیٰ عنھم'' کہے جب بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ ابھی تنویر سے گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم''

(فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳، صفحہ ۳۹۰ و ۳۸۹ مطبوعہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور)

(میثم قادری)

اس صباحت میں ملاحت کا نمک
آبشار صبغۃ اللہ غیر شک
تھا وہ رومرآۃ حسن ذوالجلال
حق کو دیکھا جس نے دیکھا وہ جمال

گرد روئے صاف ضوبے اشتباہ
خرمن مہ جیسے گردِ جرم ماہ
عاشق مشتاق حسن بے زوال
چاہیے ان آنکھوں سے دیکھے وہ جمال

"عظیم الهامة رجلا جعدا کان شعره الی نصف اذنیه وشحمتیه وله شعرة یضرب منکبیه"۔ "سرمبارک بزرگ تھا اور بال آپ کے نہ بہت لٹکے ہوئے نہ بہت بھرے ہوئے انداز کے ساتھ اس میں ژولیدگی تھی اور تھے بال آپ کے آدھے کانوں تک اور کانوں کی لوؤں تک اور کبھی کندھوں سے مِل جاتے"۔

تھا سرِ سرور بزرگ و معتدل
عقلِ کُل حل اس میں وہ اُس کا محل
تھا سرِ سرور جو وہ خورشیدوار
مثلِ شب اُس پر تھے موئے مشکبار

لیلۃ القدر است موئے خوش صفات
یا کہ ظلمت برسرِ آب حیات

"واسع الجبین ازجّ الحواجب من غیر قرن بینهما عرق یدره الغضب"

زیر ابرو موئے سر ماہِ جبیں
مثل ہمہ قرصِ مہ روشن بہ بیں

تھے آپ کشادہ پیشانی اور کمان ابروبھویں پوری تھیں کھنچی ہوئی اور حٹی ہوئی نہ تھیں بلکہ

ذری ((ذرا)) سا فرق تھا ان میں اور ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی کہ غصہ کے وقت دمکنے لگتی "اھدب الاشفار اشکل العنیین واعجھما، واکحلھما، خافض الطرف"، لمبی پلکیں، آنکھیں بڑی دنبالہ دار ((دُم دار، گچھے دار))، اُن کی سیاہی بہت سیاہ، ان کی سفیدی بہت سفید، اور ان میں لال ڈورے اور بے سرمہ لگائے سرمگیں تھیں اور آپ تھے نہایت شرمگیں۔

تھے سیہ مثرگان پر خم اور دراز
جوں صف برگشتہ محبوبان ناز
حبذا چشم خدا بیں حق نظر
وصف ایں چشم است مازاغ البصر

مازاغ البصر کے یہ معنی ہیں کہ باوجود پیشکش ہونے تمام عالم کے از عرش تا فرش کسی چیز کو نگاہ میں نہ لائے، صرف حضرت جامع جمیع صفات کمال مقصودِ ہمت رہا اور صرف اُسی کو دیکھا اور کسی طرف نگاہ نہ پڑی اور ہمہ تن آئینہ دار جمال ذوالجلال اور کوکب دری ضوء لازوال ہو گئے تھے "اقنی العرنین له نور یعلوه یحسبه من لم یتامله اتم"۔ بن بنی باریک تھی اور بانسا کچھ اونچا اور بنی مبارک پر ایک روشنی تھی جو تامل سے نہ دیکھتا جانتا کہ بانسا بہت اونچا ہے "سھل الخدین لا بالمطھم ولا بالمکلثم فی وجھه تدویر" نرم اور برابر تھے رخسار، نہ پُر گوشت ((گوشت سے بھرے ہوئے نہ تھے)) نہ پھولے اور چہرہ مبارک میں تھوڑی سی گلاوٹ تھی ضلیع الفم احسن عباداللہ شفتاً والطفھم ختم فم۔" آپ کے دہانے میں بالکل گلاوٹ نہ تھی بلکہ اس میں بھی اجملہ دنبالہ داری تھی کہ نہایت خوشنما ہوتی ہے اور سب آدمیوں کے دہانوں سے زیادہ تر لطیف تھا وہ دہانہ اور ہونٹھ ((ہونٹ)) سب کے ہونٹوں سے اچھے"۔

اس دہانِ پاک کا آبِ دہن
تھا شفا بخش مریضانِ بے سخن

تھوکتے تھے جب کبھی حضرت کہیں
عشق باز آنے نہ دیتے تا زمیں

"مفلج الاسنان اذا تکلم روی کالنور یخرج من بین ثنایاہ و اذا ضحک یتلا لو فی الجد رواذا افترضا حکا افتر عن مثل سنا البرق"" کچھ کھڑکی دار تھے دندان مبارک جب بات کرتے تو اگلے دانتوں سے کچھ روشنی بھی نکلتی اور جو کبھی آپ ہنس پڑتے تو بجلی سی کوند جاتی" "احسن الناس عنقاً و کان عنقه ابریق فضة و کانه جید دمیة"۔

تھی صراحی نور کی گردن تمام
تھا گلوئے صاف رشک سیم خام
خوش گلو تھا اک صنم وہاں دمیہ نام
دیتے تھے تشبیہ اس کی سب انام

"کث اللحیة تملاء صدرہ انبوہ" "تھی ریش ((داڑھی)) مبارک عرض میں بھر لیتی تھی سینۂ مبارک کو"۔عبل العضدین والزراعین والا سافل طویل الزندین رجب الرّاحته شسن الکفین ماکان شئی الین من کفه لا خزو لا حریر" قوی اورزبردست تھے بازواورکلائیاں وغیرہ اورلمبی تھیں باہیں اورہتھیلیاں چوڑی انگلیاں لمبی جڑ سے بھاری، نہ تھا کوئی ریشمی کپڑا کیا گُندہ ((موٹا،دبیز)) کیا باریک نرم زیادہ آپ کی ہتھیلیوں سے"۔

ساعد و پنجہ و بازو نہ قوی ہو کیونکر
دست گیر ایک ہے اور حد سے فزوں اہلِ نیاز

سواء البطن والصدرو عریضه موصولا، بین اللبة والسُّرَّة بشعر کا لخط عاری الثدبین والبطن مما سوا ذلك "سینہ اورشکم برابرتھا اورسینہ عریض تھا اور سینے سے ناف تک رونگھٹوں کی سیلی ((پیٹ اور سینے پر بالوں کی سیدھی لکیر)) تھی اور باقی

سینہ اور شکم بجز اس خط کے سب صاف تھا''۔ ''بعید مابین منکبیہ وبین کتفیہ خاتم النبوۃ'' ''تھوڑا سا فرق تھا آپ کے دونوں شانوں میں اور اُن میں مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے''۔ مہرِ نبوت کے یہ معنی ہیں کہ وہ نشانی تھے جو اگلے پیغمبروں نے خبر دی تھی کہ خاتم النبیین کے پشت پر وہ نشانی ہوگی ''اشعر الزراعین والمنکبین'' اور آپ کے پہنچوں اور شانوں پر بھی رونگٹے تھے ''کان فی ساقه حمو شته'' آپ کی پنڈلیوں میں ناز کی تھی خمصان الاحمصین مسیح القد مین ''گہرے تھے تلوے آپ کے یا یہ کہ برابر تھے کہ زمین پر پورا نقش پڑتا تھا اور چکنے تھے دونوں قدم یعنی کھرا پن اور سختی نہ تھی''۔

نہ رسائی ہوئی وصفِ کفِ پا تک اُس کے
طائرِ فکر نے کی گرچہ فلک تک پرواز
کب کھُلے عقدۂ قعر کفِ پا جبکہ نشیب
ارض کا شوق میں یا بوس کے ہو جائے فراز

کان ربعة من القوم لا بالطویل البائن ولا بالقصیر المتردد

روایت کی امام اولیا نے
علی مرتضےٰ شیرا خدا نے
کہ تھا بے حد نہ طولِ قدِ اقدس
نہ تھا ایسا کہ ہو کوتاہ از بس
غرض یوں تھا عیاں شانِ نبی سے
منزہ ہیں درازی کو تہی سے

ضخم الکرا دیس جلیل المشاس ''جوڑ بند زبردست اور دونوں مونڈھے ((کندھے)) گول اور بھاری''۔ معتدل الخلق بادن متماسك حسنِ الجسم کانه صیغ من فضة ''متناسب الاعضا کہ سکہ سے درست بدن تیار کسا گٹھا ہوا خوبصورت گویا چاندی کا ڈھلا ہوا''۔

قــامــت رعــنــا بــحــد اعتــدال
سرو جاں دیکھے سے ہو جسکے نہال
قامتِ رعنا قیامت کی شبیہہ
بلکہ تھا عینِ قیامت اے فقیہہ
پــس مــحــمــد صد قیــامــت بــود نــقــد
زانــکــه حــل شــد ز قیــامــت حــل و عــقــد
هــر کــه گــویــد کــو قیــامــت اے صــنــم
خــویــش بــنــمــا کــه قیــامــت نك مــنــم
در نــگــر اے ســائــل مــحــنــت زده
اے قیــامــت صد جهــان افــزون شــده
زادهٔ ثــانــی اســت احــمــد در جهــان
صــد قیــامــت بــود او انــدر عیــان

کان خلقه القران یعنی عادت آنخضرت کی اور قرآن شریف کے ۔۔۔ ایک ہی چیز تھے آپ کے ملکات گویا تفسیر تھے قرآن کی آیتوں کے ۔

یہ کس کے حسن کا چرچا ہوا ہے
دل بیتاب کو تڑپا دیا ہے
سُنی تعریف کس نور بدن کی
کہ ہے آمد یہاں دیوانہ پن کی
دل مشتاق نے پایا بہانہ
غزل پڑھتا ہے طرزِ عاشقانہ

غزل

دیکھتے جلوۂ دیدار کو آتے جاتے
گل نظارہ کو آنکھوں سے اُٹھاتے جاتے
ہر سحر روئے مبارک کی زیارت کرتے
داغ حرماں دل محزوں سے مٹاتے جاتے
سرِ شوریدہ کو گیسو پہ تصدق کرتے
دلِ دیوانہ کو زنجیر پہناتے جاتے
پائے اقدس سے اُٹھاتے نہ کبھی آنکھوں کو
روکنے والے اگر لاکھ ہٹاتے جاتے
دشتِ یثرب میں ترے ناقہ کے پیچھے پیچھے
دھجیاں جیب و گریباں کی اُڑاتے جاتے

بالجملہ! علی مرتضٰی علیہ السلام (۶) فرماتے ہیں۔ ''یقول ناعتہ لم ارقبلہ ولا

(۶) امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال ہوا کہ ''شرعاً انبیاء ومرسلین وملائکہ ومقربین کے نام کے ساتھ ''علیہ السلام'' اور صحابہ کے نام کے ساتھ ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' اور اولیاء وعلماء کے ساتھ ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہنے کا کیا حکم ہے، ہر ایک کے لیے یہ الفاظ تخصیص کے ساتھ خاص کر دیے گئے ہیں یا جس کے نام کے ساتھ جو الفاظ چاہیں کہہ سکتے ہیں؟''

اس کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''صلوٰۃ وسلام بالاستقلال انبیاء وملائکہ علیھم الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کے لیے نہیں، ہاں بہ تبعیت جائز ہے جیسے اللّٰھم صل وسلم علیٰ سیدنا و مولٰنا محمد و علیٰ اٰل سیدنا و مولٰنا محمد۔ اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے لیے ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کہا جائے، اولیاء و علماء کو ''رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم'' یا ''قدست اسرارھم'' اور اگر ''رضی اللہ تعالیٰ عنھم'' کہے جب بھی مضائقہ نہیں جیسا کہ ابھی تنویر سے گزرا۔ واللہ تعالیٰ اعلم'' (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۳، صفحہ ۳۹۰ و ۳۸۹ مطبوعہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ، لاہور) (میثم قادری)

بعده مثله''. یعنی جو شخص آپ کی تعریف کرتا کہتا: کہ ''ہم نے ایسا خوب محبوب کبھی نہیں دیکھا، نہ قبل آپ کے دیکھنے کے نہ بعد آپ کے دیکھنے کے''۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وهم
وز هر چه گفته ایم شنیدیم وخوانده ایم
دفتر تمام گشت و به پایاں رسید عمر
ما همچناں در اولِ وصفِ تو مانده ایم
یارب صل وسلم دائما ابدا
علی نبيك خير الخلق كلهم